ہدایۃ الطالبین و مرقاۃ السالکین

از

قطب الاقطاب قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین حضرت مولانا حافظ
قاری شاہ ابو سعید فاروقی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ

ترجمہ باسمہائے تاریخی

"جواہرِ مظہریّہ" و "مظاہرِ زوّاریّہ"

۱۳۷۵ھ ۱۳۷۵ھ

مرتبہ و مترجمہ

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب
ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ
صدر شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی۔ حیدرآباد

باہتمام
ادارۂ مجدّدیہ
۵/۲۔ ایچ۔ ناظم آباد ۳۔ کراچی ۱۸

ادارہ بلاغ الناس
اسلام آباد پاکستان

ادارہ بلاغ الناس

(شعبہ اشاعت)

اسلام آباد پاکستان

طالبِ دُعا.

سید محمد انور شاہ

0344-5559888

Shahpk82@yahoo.com

فہرست مضامین رسالہ ہدایت الطالبین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

بعد حمد و صلوٰۃ عرض ہے کہ عمدۃ السالکین و زبدۃ العارفین وسیلتنا و شیخنا حضرت مولانا حافظ الحاج سید زوّار حسین شاہ صاحب دامت برکاتہٗ اور برادرِ طریقت عبدالرزاق صاحب زواری کے ساتھ یہ عاجز ہندوستان کے مختلف مقامات کا دورہ کرتا ہوا پنجشنبہ ۲۶ ذیقعدہ تا ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ (۵ - ۹ جولائی ۱۹۵۶ء) دہلی میں مقیم رہا اور مختلف اکابرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت شہید میرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ کی طرف سے کچھ ارشاد گرامی ہوا چنانچہ بحمداللہ حضرت شاہ ابوسعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس فارسی رسالے کی اشاعت اس عاجز کے نصیب میں آئی۔ کاش یہ ناچیز سعی، بارگاہِ ایزدی اور دربارِ مظہری میں مشکور و منظور ہو کر اس عاجز کے لئے سرمایۂ اخروی بن جائے۔

اس سفرِ مبارک کی یادگار میں یہ رسالہ "جواہرِ مظہریہ" ۱۳۷۵ھ اور "مظاہرِ زواریہ" ۱۳۷۵ھ ترجمہ کے تاریخی ناموں کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ ایک مرتبہ ۱۲۳۰ھ کے کچھ بعد یہ رسالہ مرتب ہوا تھا

اور غالباً دو مرتبہ چھپ چکا ہے۔

رسالہ کے مصنف حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت امام ربانی مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک اس طرح ہے:۔ حضرت شاہ ابو سعید بن حضرت صفی القدر بن عزیز القدر بن حضرت محمد عیسیٰ بن حضرت شیخ سیف الدین بن حضرت محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ رامپور میں یکم ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۶ھ کو پیدا ہوئے ع "حافظ و عالم و ولی بادا" تاریخِ ولادت ہے۔ حفظِ قرآن مجید و مشق تجوید و تحصیلِ علوم سے فارغ ہو کر آپ نے رامپور میں حضرت مولانا شاہ فیض بخش المعروف شاہ درگاہی قدس سرہٗ (م سنہ ۱۲۰۹ھ) سے خاندانِ مجددیہ زبیریہ میں اجازت اور خلافت حاصل کی۔ پھر جیسا کہ ہدایت الطالبین سے معلوم ہوتا ہے دہلی میں ۷ محرم الحرام سنہ ۱۲۲۵ھ کو حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ سے رجوع کیا اور ابتدائی توجہ میں مراقبۂ احدیت و معیت تک سلوک طے کیا۔ پھر اسی سال ۱۵ جمادی الآخر کو مراقبۂ اسم الباطن تک پہنچ کر خلافت حاصل کی اور حضرت قدس سرہٗ کی ایک ہی نظر میں قادریہ اور چشتیہ نسبتیں بھی حاصل ہوئیں، بلکہ ان سلسلوں کے اکابر رحمۃ اللہ علیہم کی زیارت بھی پہلی توجہ میں حاصل ہوئی۔ پھر ماہ صفر سنہ ۱۲۳۰ھ میں حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کی ضمنیت بھی حاصل ہوئی اور نقشبندی سلوک کی پوری تکمیل ہوئی۔ آپ کے خالہ زاد بھائی مولانا رؤف احمد علیہ الرحمہ نے "جواہرِ علویہ" میں آپ ہی کو حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ (م سنہ ۱۲۴۰ھ) کا قائم مقام اور سجادہ نشین لکھا ہے۔ سفرِ حج سے واپسی پر عین عید الفطر کے دن سنہ ۱۲۵۰ھ کو ٹونک میں رحلت فرمائی، لیکن جسدِ اطہر دہلی میں پیر و مرشد کے پہلو میں

آسودہ ہے۔ مادۂ تاریخ ہے: ع ستونِ محکمِ دینِ نبیؐ فتادہ زپا"

آپ کا سلسلۂ طریقت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ (۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ) کے بعد اس طرح ہے:- (۱) حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے فرزند ثالث حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ) — (۲) ان کے فرزند حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (۲۰ جمادی الآخر ۱۰۹۶ھ) — (۳) حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱ ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ) آپ نے کچھ دنوں حضرت حافظ محمد محسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض حاصل کیا تھا جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے — (۴) حضرت شمس الدین حبیب اللہ میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (شبِ عاشورہ ۱۱۹۵ھ) — (۵) حضرت عبد اللہ المعروف شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ (۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ) — (۶) حضرت شیخ ابو سعید زکی القدر رحمۃ اللہ علیہ (یکم شوال ۱۲۵۰ھ) مصنف رسالہ ہذا

آپ کے بعد مترجم آثم تک سلسلہ یوں آتا ہے:- (۱) آپ کے فرزند حضرت شیخ احمد سعید مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ) —
(۲) حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (۲۲ شوال ۱۲۸۴ھ) —
(۳) حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۲ شعبان ۱۳۱۴ھ) —
(۴) ان کے فرزند خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ) —
(۵) حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ (یکم رمضان ۱۳۵۴ھ) —
(۶) حضرت خواجہ محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ) —
(۷) حضرت سیدی و مرشدی مولانا حافظ حاجی سیر زدار حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم

طبع ثانی یہ رسالہ مع اردو ترجمہ ۱۹۵۰ء میں پیش کیا گیا تھا جو اپنی طباعت کی کمزوریوں کے باوجود بحمد اللہ بہت مقبول ہوا اور جلد ہی ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ افغانستان اور یورپ سے بھی اس کی فرمائش آئی۔ یہ سب ہمارے بزرگوں کی توجہات اور دعاؤں کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اب ملک کے طول وعرض سے اس کے لئے پھر فرمائشیں ہو رہی ہیں اس لئے دوبارہ اس کی اشاعت کی سعادت "ادارۂ مجددیہ" (ناظم آباد، کراچی) کو حاصل ہو رہی ہے اور بقول حافظؒ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ؎

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت مولانا زید ابو الحسن صاحب فاروقی مدظلہ (خانقاہ مظہریہ، چتلی قبر دہلی) نے پہلے ایڈیشن کی اشاعت کے وقت اپنے قلمی نسخے سے اس رسالہ کا "مقدمہ" اور "خاتمہ" بھی نقل فرما کر مرحمت فرمایا تھا اور وہ ہم نے کتاب کے آخر میں بلا ترجمہ شامل کر دیا تھا کیونکہ اس کے مرتب کا ہم کو علم نہ ہو سکا تھا اب بھی یہ دونوں تحریریں اسی لئے کتاب کے آخر میں شائع کی جا رہی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

ناچیز

غلام مصطفٰے خاں

۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق

ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بعد از حمد و صلوٰۃ کمینۂ درویشاں بلکہ ننگ و عارِ ایشاں ابو سعید مُجدّدی[1] دہلوی نَسَبًا وَطَرِيْقَةً عُفِيَ عَنْهُ وَكَانَ اللّٰهُ لَهٗ عِوَضًا عَنْ كُلِّ شَيْءٍ[2] واضح می نماید، کہ بعضے یارانِ طریقہ کہ لِلّٰہ فی اللّٰہ جلیسِ صحبت بودند، متصدّع گردیدند، کہ آنچہ در راہِ سلوک اسرار و واردات بر تو وارد شدہ اند، و بتوجہ مشائخ کرام دریں راہ کَشْفًا وَّوِجْدَانًا دریافتہ و اذکار و مراقبات کہ در ہر مقام بعمل آوردہ برائے ما بنویس کہ آنرا سند خود دانستہ موافق

---

[1] اما نسبًا فالشیخ ابو سعید قدس سرہ ابن الشیخ صفی القدر وہو ابن الشیخ عزیز القدر وہو ابن الشیخ محمد عیسیٰ وہو ابن الشیخ سیف الدین وہو ابن الشیخ محمد معصوم وہو ابن الشیخ احمد سرہندی الملقب بالمجدد للالف الثانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم، واما طریقۃ فالشیخ ابو سعید اخذہا عن الشیخ غلام علی وہو اخذہا عن الشیخ میرزا مظہر جان جاناں عن الشیخ السید نور محمد البدایونی عن الشیخ سیف الدین عن الشیخ محمد معصوم عن الشیخ احمد السرہندی رحمہم اللہ تعالیٰ وافاض علینا من برکاتہم آمین یارب العالمین۔

[2] لِكُلِّ شَيْءٍ اِذَا فَارَقْتَهٗ عِوَضٌ وَلَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ترجمہ) یاد رکھو! جو خاصانِ خدا ہیں ان کو نہ کچھ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔
(یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے، ان کے لئے خوشخبری ہے
دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

جامِ شرع اک ہاتھ میں سندانِ عشق اک ہاتھ میں
ایسی بازی تجھ سے اے اہلِ ہوس ممکن نہیں

حمد و صلوٰۃ کے بعد درویشوں میں سب سے زیادہ حقیر بلکہ ان کیلئے باعثِ ننگ یہ ابو سعیدؒ جو نسب اور طریقت میں مجددی ہے، اس کے قصور معاف ہوں اور ہر چیز کے عوض اس کو خدائے تعالیٰ ہی ملے، واضح کرتا ہے کہ بعض یارانِ طریقت نے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے میرے ساتھ رہتے تھے اصرار کیا کہ جو کچھ راہِ سلوک میں اسرار اور واردات آپ پر وارد ہوئے ہیں اور مشائخ کرامؒ کی توجہ سے اس راہ میں کشف یا وجدان سے معلوم ہوا ہے، نیز ہر مقام پر جو اذکار و مراقبات آپ کے عمل میں آئے ہیں وہ سب ہمارے لئے تحریر فرما دیں، تاکہ ہم اُسے اپنے لئے سند سمجھ کر اپنا معمول بھی اسی کے مطابق بنا لیں۔

فقیر نے کہا کہ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ

آں معمول خود سازیم، حقیر گفت کہ مکتوباتِ قدسی آیاتِ امامِ ربّانی مجدّدِ الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ وکلامِ فرزندانِ آنحضرتؒ کہ تبفصیل تمام از مسائل واسرارِ جمیع اقسام مستغنی فرمائے ہر خاص وعام است، وہمچنیں با وجودِ اختصار وایجاز رسائل قطب الاقطاب حضرت پیر دستگیرِ ما[1] کہ در نصائح وبیانِ طریقہ تحریر یافتہ برائے طالبانِ راہِ یقین کافی اند وبندہ را بایں ہمہ عدم لیاقت کہ حاصل روزگار خود دارد، دریں راہ چیزے نگاشتن تحصیل حاصل است چونکہ آں مخلصاں را بایں کمترین حسنِ ظنے بمیاں بود ہرگز از سوالِ خود باز نماندند وگفتند کہ ہر کسے را بوقتِ رخصت از مشائخِ خود تبرکے عنایت میشود ما کہ باوطانِ خود باز گردیم، ہمیں تحریر ترا تبرکِ خود سازیم. ہرچند از باعثِ عدم فرصت بلیّت ولعل می پرداختم لیکن از سوالِ ایشاں چارہ نداشتم، چونکہ از اتفاقاتِ زمانہ واردِ بلدۂ لکھنؤ گردیدم، فی الجملہ فرصتے دست داد۔ لہٰذا باوجود نااہلیِ خود از اجابتِ مسؤل چارہ ندیدم۔ وآنچہ دریں راہ بتوجہ پیرانِ کبار بریں خاکسار وُرود یافتہ۔ اِظہاراً للشُّکر[2] کہ مامور بہ است تحریر نمودہ میشود۔ لیکن باید دانست کہ آنچہ دریں رسالہ تحریر یافتہ، از وارادات وکشوفِ خود کہ از فضلِ الٰہی وتوجہ حضرت پیر دستگیرؒ کہ عنقریب نامِ نامی آنحضرتؒ ذکر می یابد این ذرۂ بمیقدار را عنایت گردیدہ، قلمی میگردد۔

---

[1] یعنی صاحب کمالاتِ سنیہ مقاماتِ رفیعہ حضرت خواجہ عبد اللہ المعروف بشاہ غلام علی نقشبندی مجددی دہلوی رحمہ اللہ

[2] قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (رواہ احمد والترمذی)۔

کے پاکیزہ مکتوبات اور ان کے صاحبزادوں کی تصانیف سے ہر خاص و عام پوری طرح تمام مسائل و اسرار سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے اور اسی طرح ہمارے پیر دستگیر قطب الاقطاب کے رسائل جو ہمارے طریقے کے متعلق ہیں اور ان میں نصائح بھی ہیں راہ یقین کے طالبوں کے لئے کافی ہیں، اس لئے اس عاجز کا اپنی عدم لیاقت کے باوجود اس باب میں کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ لیکن وہ مخلص حضرات اپنے حسنِ ظن کی وجہ سے اپنے سوال سے باز نہ آئے اور کہا کہ ہر شخص کو رخصت کے وقت اپنے مشائخ سے کچھ نہ کچھ تبرک عنایت ہوتا ہی ہے، ہم بھی جب اپنے وطن جائیں گے تو اپنے لئے آپ کی یہ تحریر تبرک بنائیں گے۔ ہر چند میں نے عدم فرصت کی وجہ سے لیت و لعل سے کام لیا لیکن ان کے سوال کے آگے کوئی چارہ نظر نہ آیا بالآخر اتفاقاتِ زمانہ سے مجھے لکھنؤ جانا پڑا تو کسی قدر فرصت نکل آئی۔ چنانچہ اپنی نااہلیت کے باوجود اُن کی فرمائش کو پورا کرنا پڑا اور جو کچھ کہ اس راہ میں پیرانِ کبارؒ کی توجہ سے اس خاکسار پر وارد ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے شکر کے اظہار کے لئے (کہ اس کا حکم بھی ہوا ہے) لکھنا پڑا۔

لیکن جاننا چاہئے کہ جو کچھ اس رسالہ میں تحریر ہوا ہے وہ ان واردات اور مکشوفات کی بنا پر ہے جو اس ذرۂ بے مقدار پر محض فضلِ الٰہی سے اور اپنے پیر دستگیرؒ کی توجہ سے (کہ جن کا نام نامی ابھی آتا ہے) ہوئے ہیں۔ مگر بعض مقامات پر تفصیل بھی عرض کی ہے تو وہ اپنی معلومات کی بنا پر ہے یا (بزرگوں سے) سُن کر عرض کی ہے محض (کورانہ) تقلید یا علمی اکتساب نہیں ہے۔ اور اس پر گواہی کو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہی مجھ کو کافی ہے اور وہی بہت اچھا کارساز ہے۔

مگر در بعضے جاہا کہ تفصیلے وتطویلے کردہ ام، از معلومات و مسموعات
نیز تحریر یافتہ است، واز تقلید صرف و دریافتِ علمی محض نہ فہمند،
وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا وَّهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْل۔

چونکہ عنایتِ ازلی شاملِ حالِ ایں فقیر گردید، بتاریخ ہفتم ماہ محرم الحرام
ابتدائے سنہ یکہزار و دو صد و بست و پنج (۱۲۲۵) از ہجرتِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم در حضرتِ دہلی بقدمبوسیِ حضرتِ قطب الاقطاب غوث الثقلین پیر الشیخ
والشباب مجدد مائۃ ثلثۃ عشر (۱۳۰۰) نائب حضرتِ خیر البشر خلیفۂ خدا
مروج شریعتِ مصطفٰے کہ لقب آنحضرت از حضرت خاتمیت عبد اللہ است
واسمِ سامی ایشاں از جناب حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ علی است،
المشتہر فی الآفاق حضرت غلام علی الدہلوی الاحمدی اَفَاضَ اللّٰهُ اِفَاضَتَهٗ عَلٰى
مَفَارِقِ الطَّالِبِيْنَ مشرف گردید، نوازش فرمودہ قبولش کردند، وبشغلِ اسمِ ذات
برسہ ہائے نفی و اثبات ومراقبۂ احدیت ومعیت امر فرمودند وتوجہات برلطائفِ خمسہ
عالمِ امر نمودند، در چند روز لطائف را جذباتِ الٰہیہ دررسید وایں لطائف را
سیر بطرفِ اصولِ خود ہا کہ فوقِ عرشِ مجید اند، وبلا امکانیت تعلق دارند، واقع شد،
وفنائے جذبہ کہ عبارت از عدمیت ست، حاصل گردید، وسیرِ دائرہ امکان[1] تمام نمودہ، باصل
اصولِ خود کہ در دائرہ ولایتِ صغریٰ است عروج فرمودند، وفنا وبقا در انجا نیز حاصل گشت
وانوار واسرار ایں ہر دو دائرہ[2] موافق استعدادش فائض گردید۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ چوں سیر ایں
دو دائرہ مرقوم گردید، لازم آمد، کہ چیزے تفصیل در بیانِ لطائف عشرہ نمودہ شود۔

---

[1] بدانکہ تعبیر از مقامات و درجات قرب کہ بکشف صحیح ومعاینۂ صریح دیدہ اند، بدائرہ مناسب یافتند کہ آں مقاماتِ بے جہت وبیچون است ودائرہ ہم بے جہت است۔ [2] یعنی دائرہ امکان ودائرہ ولایتِ صغریٰ۔

ترجمہ

چونکہ ازلی عنایت اس فقیر کے شامل حال تھی اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے ۱۲۲۵ھ میں ۷ محرم الحرام کو دہلی میں قطب الاقطاب شیخ و شاب کے غوث، تیرہویں صدی کے مجدد، نائب حضرت خیر البشر خلیفۂ خدا، مروج شریعت غراء المشتہر فی الآفاق کہ لقب مبارک ان کا حضرت خاتمیت سے عبداللہ ہے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علی ہے، جناب حضرت غلام علی شاہ دہلوی مجددی (اللہ تعالیٰ طالبانِ راہِ حق کے سر پر ان کا سایہ قائم و دائم رکھے) کی قدمبوسی کا شرف مجھ کو حاصل ہوا، آپ نے بڑی نوازش فرمائی کہ اس فقیر کو اپنے حلقۂ ارادت میں قبول فرمایا، اور اسم ذات (اللہ) اور نفی و اثبات (لا الٰہ الا اللہ) کے شغل کا اور نیز احدیت و معیت کے مراقبہ کا فقیر کو حکم دیا۔ اور عالم امر کے پانچوں لطائف کے لئے توجہ فرمائی، چند ہی روز میں ان لطائف میں جذباتِ الٰہیہ حاصل ہوئے اور ان لطائف کو اپنے اصول کی جانب سیر حاصل ہوئی جو کہ عرش مجید کے اوپر ہے، اور لامکانیت کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں اور فنائے جذبہ بھی حاصل ہوا جو عدم سے عبارت ہے پھر دائرہ امکان کی سیر مکمل کر کے اس کے اصل کی طرف عروج کیا جو دائرہ ولایتِ صغریٰ میں ہے اس مقام پر بھی فنا اور بقا حاصل ہوئی اور ان دونوں دائروں کے انوار و اسرار اپنی استعداد کے مطابق حاصل ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ کے لئے سب تعریف ہے۔ چونکہ ان دونوں دائروں کی سیر کا ذکر ہوا اس لئے لازم ہے کہ لطائفِ عشرہ کے متعلق کچھ تفصیل پیش کر دی جائے۔

فصل: در بیان لطائف عشرہ و مشغولی آں

بدانکہ حضرت امام ربانی اعنی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتابعانِ ایشاں تحقیق فرمودہ اند، کہ انسان مرکب از دہ لطیفہ است پنج از عالمِ امر و پنج از عالمِ خلق، آں پنج کہ از عالمِ امر اند قلب[1] و روح و سرّ و خفی و اخفیٰ است، و لطائف عالمِ خلق لطیفہ نفس و عناصر اربع[1] است، و عالَمِ امر آنرا گویند کہ بمجرد امرِ کن بظہور آمدہ است، و عالَمِ خلق آنرا گویند کہ بتدریج مخلوق گردیدہ۔
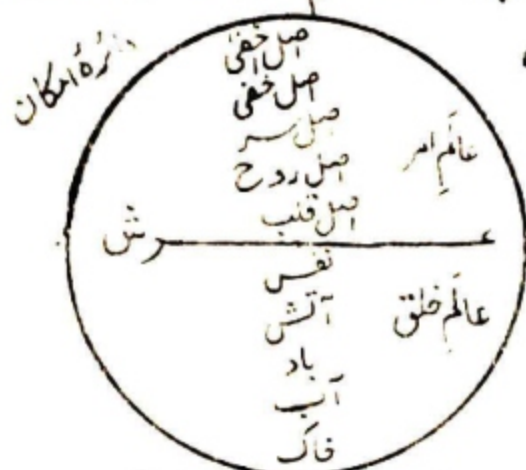
دائرۂ امکان
اصل اخفیٰ
اصل خفی
اصل سر
اصل روح
اصل قلب
عالَمِ امر
عرش
نفس
آتش
باد
آب
خاک
عالَمِ خلق

و دائرہ امکان متضمن ایں ہر دو عالم است، نیمہ دائرۂ امکان از عرش تا ثریٰ است و نیمۂ آں بالائے عرش است، و عالَمِ امر در نیمۂ بالا است و عالمِ خلق زیرِ عرش است، چونکہ اللہ تعالیٰ ہیکلِ جسمانی انسانی را آفریدہ لطائف عالمِ امر را بمواضع چند از جسمِ انسان تعلقے و تعشقے بخشید۔ قلب[2] را زیرِ پستانِ چپ بفاصلہ دو انگشت مائل بہ پہلو، و روح را زیرِ پستان راست بفاصلہ دو انگشت و سرّ را برابر پستانِ چپ بفاصلہ دو انگشت بطرفِ سینہ و خفی را برابر پستانِ راست بفاصلہ دو انگشت بطرف سینہ و اخفیٰ را در وسطِ سینہ تعلق بخشید حتی کہ ایں لطائف

---

[1] از آب و آتش و باد و خاک۔ [2] یعنی بایں ہیچ کہ قلب را الخ

فصل: دس لطیفوں اور ان کی مشغولی کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے متبعین نے تحقیق فرمائی ہے کہ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے پانچ عالمِ امر کے اور پانچ عالمِ خلق سے ہیں۔ عالمِ امر کے پانچ یہ ہیں: قلب، روح، سر، خفی، اور اخفی۔ اور عالمِ خلق کے پانچ لطائف یہ ہیں: لطیفہ نفس اور عناصرِ اربعہ (آگ، ہوا، پانی، خاک)۔ عالمِ امر اس لئے کہتے ہیں کہ محض "کن" کے امر سے ظہور میں آیا ہے اور عالمِ خلق بتدریج پیدا ہوا ہے اور دائرہ امکان ان دونوں عالم کو ملاتا ہے۔ دائرہ امکان کا نصف زیریں حصہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہے اور اس کا دوسرا بالائی نصف حصہ عرش سے بالا بالا ہے اور عالمِ امر اوپر کے نصف حصہ میں ہے اور عالمِ خلق عرش کے نیچے نصف حصہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب ہیکلِ جسمانی انسانی (شکل و صورت) کو پیدا فرمایا تو عالمِ امر کے لطائف کو جسمِ انسانی کے چند مقامات سے تعلق اور لگاؤ پیدا کر دیا قلب بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر پہلو کی طرف مائل ہے۔ روح دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے سر قلب کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر سینے کی طرف ہے۔ خفی روح کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر ہے اور اخفی کا عین سینے کے درمیان تعلق فرمایا۔ حتیٰ کہ ان لطائف نے خود کو اور اپنی اصل کو فراموش کر دیا اور اس

خود را واصلِ خود را کہ انوار مجردہ بودند، فراموش ساختہ باین پیکرِ جسمانی ظلمانی در ساختند، و تعشق خودرا باین ظلمت کدہ در باختند، عارف رومیؒ می فرماید۔ مثنوی:

پا بہ آخرِ آدم ست و آدمی ــ گشت محروم از مقامِ محرمی
گر نہ گردد باز مسکین زین سفر ــ نیست از وے ہیچ کس محروم تر

چوں عنایت بے غایت حضرت حق سبحانہ شاملِ حال بندہ میشود، او را بخدمتِ دوستے از دوستان خود می رساند، آں بزرگ او را بریاضات و مجاہدات امر فرمودہ، تزکیہ و تصفیۂ باطنش میفرماید و بکثرت اذکار و افکار لطائفش را بسوئے اصولِ خود متوجہ میگرداند، چونکہ ہمتِ طلاب دریں وقت قاصر افتاد۔ پیرانِ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم اولاً طالب را بطریق ذکر امر میفرمایند، و بجائے ریاضات و مجاہداتِ شاقّہ بتوسط در عبادات و اعمال حکم می نمایند، و حدِ اعتدال را در جمیع اوقات۔ و احوال مرعی می دارند، و توجہاتِ خود را کہ چندار بعین برابر یکے ازاں نمی تواند شد، ہر روز بطریق سبق در حقِ طالب بکار می برند۔ بیت

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظرِ شمسِ دیں ــ سخرہ کند بر دہلہ و طعنہ زند بر چلہ

وطالبان را باتباعِ سنت و اجتناب از بدعت امر مے فرمایند و مَھْمَا اَمْکَن عمل برخصت در حق او تجویز نمی نمایند، لہذا ذکرِ خفی را در طریقۂ خود اختیار

لہ قولہ بردھہ یعنی خلوت دہ شبانہ روز و قولہ چلہ یعنی خلوت چہل شبانہ روزہ۔

لہ بلکہ امر بعزیمت مے فرمایند۔

ترجمہ
انسانی تاریک جسم سے میل کرلیا اور اپنا لگاؤ اس ظلمت کدہ سے پیدا کرلیا۔
عارف رومی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔ مثنوی

آخری منزل ہے خود آدم مگر ہوگیا محروم گر ہے بے خبر
اس سفر سے اسکی گر رجعت نہیں اس سے بڑھ کر کوئی بدقسمت نہیں

جب اللہ تعالیٰ کی عنایت بے غایت کسی بندہ کے شامل حال ہوتی ہے تو وہ اُسے اپنے دوستوں میں سے کسی ایک دوست کی خدمت میں بھیج دیتا ہے اور وہ بزرگ ریاضات و مجاہدات کا حکم دیکر اس کے باطن کا تزکیہ اور تصفیہ کرتا ہے اور اذکار و افکار کی کثرت سے اس کے لطائف کو ان کی اصل کی طرف رجوع کرادیتا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں اللہ سے لَو لگانے والوں کی کمی ہوگئی ہے اس لئے نقشبندیہ بزرگ رحمہ اللہ علیہم ایسے طالب کو پہلے ذکر کا طریقہ سکھاتے ہیں اور بجائے ریاضات و مجاہداتِ شاقہ کے عبادات و اعمال کا حکم فرماتے ہیں اور تمام حالات میں حد اعتدال کو قائم رکھتے ہیں اور اپنی توجہات کو (دوسروں کی کئی چلہ کشیاں توجہات بھی ان کی ایک توجہ کے برابر نہیں ہوتیں) ہر روز سبق کے طریقے پر طالب کے حق میں مبذول فرماتے ہیں بیت

تبریز کی جو ایک نظر میں مجھے ملا چلّے پہ اور دَہے پہ بھی وہ طعنہ زن ہوا

اور طالبوں کو سنت کی اتباع اور بدعت کے اجتناب سے حکم فرماتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان کے حق میں رخصت پر عمل کی تجویز نہیں فرماتے اسی لئے ان بزرگوں نے ذکرِ خفی کو اپنا طریقہ اختیار فرمایا کیونکہ حدیث شریف کے مطابق اس ذکر کی فضیلت ذکر جہر پر ستر درجہ ثابت ہے۔ اس ذکر میں تین اشغال ہیں۔

فرمودہ اند، کہ در حدیثِ شریف ہفتاد درجہ فضلِ آں بر ذکرِ جہر ثابت است[1]
و درین طریقہ سہ اشغال معمول ست۔

بیان اشغال سہ گانہ

شغلِ اول

شغل اول ذکرست، اسمِ ذات باشد، و یا نفی و اثبات۔ اوّلا طالب را بذکر اسمِ ذات امر می فرمایند، طریقش آنست کہ طالب را باید کہ اول قلبِ خود را از جمیعِ خطرات وحدیث النّفس تہی کند و اندیشۂ گذشتہ و آئندہ را از قلبِ خود نفی فرماید، و برائے رفعِ خواطر التجا و تضرع بجناب حضرتِ حق سبحانہ نماید، و تصورِ صورتِ بزرگے کہ از و تلقینِ ذکر یافتہ، مقابلِ دل یا درونِ دل نگاہداشتن برائے رفعِ خواطر اثرے تمام دارد و ہمیں تصورِ صورتِ شیخ را ذکرِ رابطہ می گویند بعد ازاں مشغول بذکر شود۔

ذکر رابطہ و تصور صورت شیخ

لیکن وقوفِ قلبی را رعایت فرماید کہ ذکر تنہا بے نگاہداشتِ خواطر و بے وقوفِ قلبی فائدہ نمی بخشد، و داخلِ حدیث النفس ست، امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقوفِ عددی را چنداں لازم نمی شمردند و وقوفِ قلبی را از شرائط و واجبات می فرمودند، و وقوفِ قلبی عبارت است از توجہ طالب بسوئے دل خود و توجہ دل بسوے ذاتِ الٰہی کہ مسمی اسم مبارک

---

[1] فقد اخرج ابو یعلی الموصلی فی مسندہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یفضل الذکر الخفی الذی لا یسمعہ الحفظۃ سبعون ضعفا۔ اذا کان یوم القیمۃ جمع اللہ الخلائق لحسابھم وجاءت الحفظۃ بما حفظوا وکتبوا قال لھم انظروا ھل بقی لہ من شئ فیقولون ما ترکنا شیئا مما علمناہ وحفظناہ الا وقد احصیناہ وکتبناہ فیقول اللہ ان لک عندی حسنا لا تعلمہ وانا اجزیک بہ وھو الذکر الخفی۔ ذکرہ السیوطی فی البدور السافرۃ فی احوال الاخرۃ ۱۲ مرقاۃ۔ از حواشی حصن حصین جزری۔

ترجمہ

شغل اول۔ اسمِ ذات کا ذکر ہے یا نفی و اثبات کا۔ طالب کو پہلے اسمِ ذات کے ذکر کا حکم فرماتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو پہلے اپنے قلب کو تمام خطرات سے اور نفس کے خیال سے خالی کر دینا چاہئے۔ گذرے ہوئے اور آنیوالے خیال کو بھی دل سے نکال دینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں خطرات کے دفعیہ کیلئے التجا اور تضرع کرنا چاہئے۔ جس بزرگ سے تلقینِ ذکر ہوئی ہو اُس کی صورت کا تصور اپنے دل کے اندر دل کے مقابلہ میں رکھنا خطرات کے دُور کرنے کیلئے پوری طرح موثر ہے۔ اور شیخ کی صورت کے اسی تصور کو ذکرِ رابطہ کہتے ہیں، اس کے بعد ذکر میں مشغول ہو جائیں لیکن وقوفِ قلبی کی رعایت رکھیں کیونکہ خطرات کو دُور کئے بغیر اور وقوفِ قلبی کے بغیر تنہا ذکر فائدہ نہیں دیتا بلکہ حدیثِ نفس میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہمارے طریقہ کے امام حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے وقوفِ عددی کو اسقدر ضروری شمار نہیں کیا اور وقوفِ قلبی کو تو شرائط و واجبات میں سے شمار فرماتے ہیں۔ وقوفِ قلبی سے مراد طالب کی توجہ خود اپنے دل کی طرف ہے اور اپنے دل کی توجہ ذاتِ الٰہی کی طرف کہ جس کا مبارک نام اللہ ہے۔ پس اس ذکر میں اور خطرات کو دور کرتے ہوئے وقوفِ قلبی کے ساتھ مشغول ہونا چاہئے تاکہ ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے پھر لطیفۂ روح سے بھی اسی طرح ذکر کرے اس کے بعد لطیفۂ سر، لطیفۂ خفی، لطیفۂ اخفی اور پھر لطیفۂ نفس سے کہ جس کا محل وسطِ پیشانی ہے اور اس کے بعد پھر تمام بدن سے ذکر کرے کہ اس کو لطیفۂ قالب کہتے ہیں اور اس قدر ذکر کرے کہ ہر رگ و پے اور رونئیں رونئیں سے خیال کے کان میں ذکر سنائی دے۔ اس ذکر کو ہمارے طریقہ میں سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔

وقوف قلبی

الله است، پس باین ذکر و باین نگاهداشت خواطر و باین وقوفِ قلبی مشغول
باید شد، تا که حرکتِ ذکر از دل بسمعِ خیال برسد، باز از لطیفۂ روح همچنین
ذکر نماید باز از لطیفۂ سِر باز از لطیفۂ خفی باز از لطیفۂ اخفی باز از لطیفۂ نفس
که محلِ آں در وسطِ پیشانی ست ذکر نماید، باز از تمام بدن که آنرا لطیفۂ
قالبیہ میخوانند، ایں قدر ذکر نماید که از ہر رگ و پے و از ہر بُنِ موئے آوازِ ذکر
بسمعِ خیال برسد و ایں ذکر را دریں طریقه سلطان الاذکار گویند، باز ذکرِ
نفی و اثبات طالب را تلقین می فرمایند، طریقش آنست که نفس (دم) را
زیرِ ناف حبس نموده، لفظ لا را از ناف برداشته تا پیشانی رساند و اِلٰه
را از انجا بکتفِ راست آورده اِلّا الله را بر قلب ضرب نماید، بطوریکه
گذرِ آں بر ہمه لطائف افتد، و اثرِ ذکر بہمه جوارح و اعضا برسد، و ایں
ذکر را دریں طریقه بے حرکتِ اعضا و جوارح می کنند. و اگر حبسِ نفس چیزے
ضرر نماید بے حبس ذکر بکند، که حبس شرط نیست، و معنی کلمه را ملحوظ دارند
که نیست ہیچ مقصودِ من بجز ذاتِ پاک بعد از چند بار ذکر ایں الفاظ در

سلطان الاذکار — نفی و اثبات

دل بگذارند که خداوندا مقصودِ من توئی و رضائے تو محبت و معرفتِ خود ده
و ایں را بازگشت گویند، لیکن چوں حصرِ نفس نماید، پس باید که نفس را
بر عددِ طاق بگذارد، لهذا ایں ذکر را وقوفِ عددی گویند، که سالک
واقف عددی باشد، وقتیکه نفس را فرو می گذارد باید که لفظ مُحَمَّدٌ
رَّسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ضم نماید و باید که در حال چه نشسته
و چه برخاسته، و چه وقت خوردن و آشامیدن ہمه وقت و ہر آن مشغول

بازگشت — وقوف عددی

ترجمہ

اس کے بعد نفی و اثبات کے ذکر کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے
کہ سانس کو زیرِ ناف روک کر لفظ لَا کو وہاں سے پیشانی تک پہنچائیں اور اِلٰہَ
کو وہاں سے داہنے پہلو پر لا کر اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر ماریں۔ اس طرح پر کہ
اس کا گزر تمام لطائف پر ہو جائے اور ذکر کا اثر تمام اعضاء و جوارح تک پہنچ
جائے۔ اس ذکر کو ہمارے طریقہ میں اعضا و جوارح کی حرکت کے بغیر کرتے ہیں۔ اور
اگر حبسِ نفس سے کچھ ضرر ہوتا ہو تو بغیر حبسِ نفس کے ذکر کرتے ہیں کیونکہ یہ حبس
شرط نہیں ہے اور کلمہ کے معنی کو ملحوظ رکھیں کہ میرا مقصود سوائے ذات پاک کے
اور کچھ نہیں ہے۔ اور چند بار ذکر کرنے کے بعد دل میں یہ الفاظ دہرائیں "کہ
خداوندا میرا مقصود تو ہی ہے اور تو اپنی رضا محبت اور معرفت عطا فرما"۔
اس کو بازگشت کہتے ہیں لیکن اگر سانس کو روکیں تو چاہیئے کہ سانس کو طاق
عدد پر گزاریں۔ اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں کیونکہ سالک اس
کے عدد سے بھی واقف ہو جاتا ہے اور جس وقت کہ سانس کو چھوڑیں چاہیئے
کہ اس کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملا لیا کریں اور چاہیئے
کہ ہر حال میں اٹھتے، بیٹھتے، کھاتے، پیتے، ہر وقت و ہر لحظہ ذکر میں مشغول
رہیں اور نگاہداشت اور وقوفِ قلبی کا شغل بھی رکھیں تاکہ باطن کا تصفیہ
ہو جائے اور دل کی توجہ اور حضوری حق سبحانہٗ کی طرف پیدا ہو جائے۔ اس
تصفیہ کی پہچان اہلِ کشف کے یہاں انوار کا ظاہر ہونا ہے اور ہر لطیفہ کا ایک
علیحدہ نور ہے۔ قلب کا نور زرد ہے، روح کا سرخ، سر کا سفید، خفی کا سیاہ،
اور اخفی کا سبز۔ یہ انوار پہلے اپنے باطن کے باہر مشاہدہ ہو جاتے ہیں۔ اسی کو

بذکر نگاهداشتِ خواطر و وقوفِ قلبی باشد، تا که باطن را تصفیه حاصل آید و دل را توجهے و حضورے بطرفِ حق سبحانه پیدا شود۔

علامتِ تصفیه اہلِ کشف را ظاہر شدن انوار است و ہر لطیفه را نور علیحده مقرر فرموده اند، نورِ قلب زرد و نورِ روح سرخ و نورِ سرّ سفید و نورِ خفی سیاه و نورِ اخفیٰ سبز[1] و ایں انوار را اول بیرونِ باطنِ خود مشاہده می کند و ہمیں را سیرِ آفاقی می گویند بعد ازاں انوار را درونِ باطنِ خود احساس می کند و ایں را سیرِ انفسی[2] میفرمایند، از زبانِ مبارک حضرت پیر دستگیر خود شنیده ام که سیرِ آفاقی تا زیرِ عرش ست، و سیرِ انفسی از عرش بالا ست۔ یعنی وقتیکه لطائف از قالب برآیده باصولِ خود عروج مینمایند تا وقتیکه بعرش برسند سیرِ آفاقی ست و چوں فوقِ عرش ایشانرا جذبے و عروجے پیدا شود، سیرِ انفسی شروع می شود شخصیکه کشف دارد، دیدن انوار و سیرِ خود را دریافت می نماید و صاحب کشفِ عیانی دریں زمانه بسبب مفقود شدن اکلِ حلال کم ست و اکثرے طلاب دریں وقت صاحب کشفِ وجدانی می باشند، و ایں وجدان ہم نحوے از کشف است، و فرق درمیانِ کشفِ عیانی و کشفِ وجدانی آنست، که صاحبِ کشفِ عیانی عیاناً می بیند که از مقامے بمقامے سیر می نماید، و صاحبِ وجدان اگرچه عیاناً نمی بیند، اما تبدّلِ احوال و تغیّرِ واردات را بادراکِ خود دریافت میکند

---

[1] و ہر لون که غیر ازیں الوان بنظر درآید بدانند که آمیزش از یکدگر است، بدانکه بیان ولایت ہر لطیفه و فناء آں اندریں رساله عنقریب مذکور خواہد شد۔ [2] قال الله تعالیٰ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ ۱۲

سیرِ آفاقی کہتے ہیں۔ اس کے بعد یہ تمام انوار اپنے باطن کے اندر محسوس ہوتے ہیں اور اسی کو سیرِ انفسی کہتے ہیں۔ میں نے اپنے حضرت پیر دستگیرؒ کی زبانِ مبارک سے خود سُنا ہے کہ سیرِ آفاقی عرش کے نیچے ہی نیچے ہے اور سیرِ انفسی عرش سے بالا بالا ہے۔ یعنی اس وقت جبکہ قالب میں سے لطائف اوپر آ کر اپنی اصل کی طرف عروج کرتے ہیں حتیٰ کہ عرش تک پہنچ جاتے ہیں تو وہ سیرِ آفاقی ہے اور جب عرش سے اوپر اُن میں جذبہ و عروج پیدا ہوتا ہے تو سیرِ انفسی شروع ہوتی ہے جس شخص کو کشف ہوتا ہے۔ وہ تو انوار کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور اپنی سیر کو خود ہی معلوم کر لیتا ہے۔ لیکن اس زمانے میں اکلِ حلال مفقود ہے اس لئے کشفِ عیانی والے بہت کم پائے جاتے ہیں۔ اکثر طالب اس زمانے میں کشفِ وجدانی والے ہوتے ہیں۔ اور وجدان بھی کشف کی ایک قسم ہے اور ان دونوں یعنی کشفِ عیانی اور کشفِ وجدانی میں فرق یہ ہے کہ کشفِ عیانی والا اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب سیر کرتا ہے اور کشفِ وجدانی والا اگرچہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتا لیکن اپنے ادراک سے احوال اور واردات کی تبدیلی معلوم کر لیتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہوا نظر تو نہیں آتی لیکن ادراک میں محسوس ہوتی ہے اگر کسی کو ادراکِ وجدانی سے بھی اپنے حالات کا علم نہیں ہوتا تو اس کو مقامات حاصل ہونے کی خوشخبری دینا طریقے کو بدنام کرنا ہے اس کی نسبت بدگمانی پھیلانا ہے۔

؎

چنانچہ ہوا بنظر نمی آید، لیکن در ادراک محسوس می شود، واگر کسے بادراکِ وجدانی ہم حالاتِ خود را دریافت نکند بشارتِ مقاماتِ اورادادن طریقہ را بدنام کردن ست۔

شغل دوم مراقبہ است و مراقبہ عبارت از انتظارِ فیض ست از مبدءِ فیاض و لحاظ وارد شدن آں فیض بر مَوْرَدِ خود یعنی فیضے کہ از حضرتِ حق وارد می شود، بر لطیفۂ از لطائفِ سالک آں لطیفہ را مورد فیض می گویند لہذا در ہر مقام مراقبہ از مراقبات معین فرمودہ اند، در دائرۂ امکان مراقبۂ احدیت و آں عبارت ست، از مراقبہ ذاتیکہ جامع جمیع صفاتِ کمال ست، و منزہ است از جمیع نقصانات کہ مسمی اسم مبارک اللہ است، و لحاظ می نماید کہ فیض ازاں ذات بر لطیفہ قلب وارد میشود، و ایں مراقبات را گاہے بے ذکر ہم می کنند، و ذکر بے مراقبہ مفید نیست۔

شغل سوم ذکر رابطہ است و آں عبارت از نگاہداشتن صورتِ شیخ است، در بدر کہ خود یا درونِ دلِ خود یا صورتِ خود را صورتِ شیخ تصور می نماید، و چوں رابطہ غالب مے آید در ہر چیزے صورتِ شیخ بنظر مے در آید ایں را فنافی الشیخ می گویند و ایں احوال بریں تباہ حال، نیز در ابتدا ورود یافتہ بود، کہ از عرش تا ثری صورتِ حضرت شیخ خود محیط مے یافتم، و جمیع حرکات و سکناتِ خود را حرکات و سکناتِ آنحضرت مے دیدم۔ بیت

در و دیوار چوں آئینہ شد از کثرتِ شوق ٭ ہر کجا مے نگرم روئے ترا مے بینم

ترجمہ

شغل دوم مراقبہ ہے۔ اور مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ مبدأ فیاض (اللہ تبارک وتعالیٰ) سے فیض کا انتظار کیا جائے اور اس فیض کے وارد ہونے کا اس کے مورد پر لحاظ کیا جائے۔ یعنی جب فیض حضرتِ حق کی جانب سے سالک کے کسی لطیفے پر وارد ہوتا ہے تو اس لطیفہ کو موردِ فیض کہتے ہیں اسی واسطے حضرات مشائخ کرامؒ نے مراقبات میں سے ہر ایک مقام کے مناسب ایک ایک مراقبہ معیّن فرما دیا ہے۔ چنانچہ دائرۂ امکان میں مراقبۂ احدیت کا امر فرمایا ہے اس کا مطلب اس ذاتِ عالیہ کے مراقبے سے ہے جو کہ تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع اور ہر ایک عیب ونقصان سے پاک ومنزّہ ہے اور اسم مبارک اللہ کا مسمّی ومصداق ہے اور اس مراقبہ میں اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ اُس ذات پاک کا فیض لطیفۂ قلب پر وارد ہو رہا ہے اور ان مراقبات کو بغیر ذکر کے بھی کرتے ہیں لیکن خالی ذکر بغیر مراقبے کے مفید نہیں۔

شغل سوم ذکرِ رابطہ ہے (اور اس کی کئی صورتیں ہیں) یعنی اپنے شیخ کی صورت وشکل کو اپنی قوتِ ادراک (ذہن) میں رکھنا، یا اپنے دل کے اندر خیال میں رکھنا، یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت سمجھنا۔ اور جب یہ رابطہ مرید پر غالب آجاتا ہے تو ہر چیز میں اس کو شیخ کی صورت نظر آنے لگتی ہے، اس حالت کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں اور یہ حالت اس ناچیز (حضرت مصنفؒ) پر ابتدا میں وارد ہوئی تھی حتیٰ کہ عرش اعظم سے تحت الثریٰ تک اپنے شیخ کی صورت کو محیط پاتا تھا اور اپنی تمام حرکات وسکنات کو شیخ کی حرکات وسکنات پاتا تھا: بیت

کثرتِ شوق سے دیوار و در آئینہ ہوئے　　ہر جگہ تیری ہی صورت نظر آتی ہے مجھے

باید دانست کہ طریقۂ رابطہ اقرب طرق ست، ومنشاء ظہور عجائب و
غرائب ست، حضرت ایشان عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرمودہ اند کہ ذکر تنہا بے رابطہ وبے فنا فی الشیخ موصل نیست و رابطہ
تنہا برعایت آداب صحبت کافی است۔

فصل در بیان سیر وسلوک ارباب قلوب

کہ در دائرہ ولایت صغریٰ میشود، معمول حضرت پیر دستگیرؒ وخلفائے
ایشاں چناں ست کہ اول توجہ برائے القائے ذکر در لطائف طالب
میفرمایند، وطریق توجہ کردن ایں ست. کہ قلب خود را مقابل قلب
طالب داشتہ، التجا بجناب الٰہی نمودہ، استمداد از مشائخ کرام فرمودہ،
کہ انوار ذکر کہ در قلب من از جناب پیران کبار رسیدہ است، در قلب
ایں طالب درآید وتوجہے وہمتے بسوئے قلب او فرماید، از عنایت الٰہی در چند
توجہ حرکت ذکر در قلب او پیدا آید، وہمچنیں روح خود را مقابل روح او
داشتہ توجہ کند، کہ نور ذکر کہ در لطیفہ روح من از ارواح پیران رسیدہ است
در روح طالب القا میکنم، وہمچنیں بر دیگر لطائف او کہ سر وخفی واخفی ولطیفہ
نفس وقالب اوست متوجہ شدہ القای ذکر فرماید، چوں اجرائے ذکر در ہمہ
لطائف طالب شد، ذکر نفی واثبات اورا تلقین فرمودہ، توجہ برائے القائے
نسبت جمعیت وحضور فرماید کہ جمعیت عبارت از بے خطرگی یا کم خطرگی
قلب است، وحضور عبارت از پیدا شدن توجہ است، در قلب بسوئے

ترجمہ

جاننا چاہیئے کہ تمام طریقوں میں رابطہ کا راستہ تمام راستوں کی نسبت بہت ہی نزدیک راستہ ہے اور عجائب وغرائب کے ظہور کا بھی ذریعہ ہے حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بغیر رابطہ اور بغیر فنا فی الشیخ کے تنہا ذکر وصل تک نہیں پہنچاتا لیکن تنہا رابطہ آدابِ صحبت کی رعایت کے ساتھ کافی ہوتا ہے"۔

فصل: اربابِ قلوب کی سیر و سلوک کے بیان میں

اہلِ دل حضرات کا سلوک دائرۂ امکان اور ولایتِ صغریٰ میں ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت پیر دستگیرؒ اور آپ کے خلفاء کا معمول یہ ہے کہ وہ پہلے طالب کے لطائف میں ذکر کے القا کے لئے توجہ دیتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ شیخ اپنے قلب کو طالب کے قلب کے مقابل رکھ کر حضرت حق سبحانہٗ سے التجا کرتے ہوئے اپنے مشائخ کے ذریعہ امداد چاہتے ہیں کہ خداوندا جو انوارِ ذکر پیرانِ کبارؒ کے ذریعہ مجھ کو حاصل ہوئے ہیں وہ اس طالب کے قلب میں ڈالدے۔ اس طرح اس کے قلب کی طرف توجہ اور ہمت صرف کرتے ہیں عنایتِ الٰہی سے چند ہی بار کی توجہ سے اس کے قلب میں حرکت پیدا ہوجاتی ہے پھر اسی طرح اپنی روح کو طالب کی روح کے مقابل رکھ کر توجہ کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ پیرانِ عظامؒ کی ارواحِ شریفہ سے ذکر کا جو نور میرے لطیفۂ روح میں پہنچا ہے میں اس کو اس طالب کی روح میں القا کرتا ہوں اور اسی طرح اس کے دوسرے لطائف پر بھی یعنی سر، خفی، اخفیٰ، لطیفۂ نفس اور قالب میں متوجہ ہوکر ذکر کا القا کرتے ہیں۔ پھر جب تمام لطائف میں ذکر جاری ہوجاتا ہے تو نفی و اثبات کا ذکر تلقین کرکے جمعیت اور حضور کی نسبت کا القا کرتے ہیں۔

حضرتِ حق سبحانہ وچوں جمعیت وحضور در قلبِ طالب پیدا شد، پس قلبِ طالب را از ہمتِ خود بسوئے فوق جذب فرماید واکثرے را دیدہ ام کہ اول جذب را ادراک می نمایند و وقتیکہ لطیفہ از قالب برآید، نسبتِ حضور را ادراک می نمایند، بہمیں طریق برائے ہر مقامے کہ توجہ کند، خود را منصبغ برنگ آں مقام ساختہ، فیض آنمقام را در باطنِ طالب القا فرماید، ومَوردِ آں فیض را نیز ملحوظ دارد، بدانکہ دلِ آدمی بسببِ کثرتِ علائق وعوائق مثلِ انکشتِ[1] سیاہ وبے نور شدہ است، وخود را و اصلِ خود را فراموش ساختہ، چوں در صحبتِ مرشدِ کامل طالبِ صادق می آید، شیخ اورا توجہ دادہ، طریقِ ذکر تلقین می فرماید، وتوجہ خود در حقِ او بکار می برد، از برکتِ توجہ نورِ ذکر در قلب او پیدا می شود، وآں انکشتِ سیاہ روشن شدن می گیرد، وچوں از نورِ ذکر تمام قلب منور شد، شعلہ از قلبِ او بلند می شود وایں را در طریقہ مظہریہ فتحباب مے نامند، واول بشارتے کہ بطالب عطا مے فرمایند، بشارتِ فتحباب ست، دریں وقت قلب کہ از اصلِ خود غافل وذاہل شدہ بود باز اصلِ او بیادش مے آید، وبطرفِ فوق متوجہ می شود، ودر چندے آں شعلۂ نور کہ بلند شدن گرفتہ بود، از قالب مے برآید، وہمیں معنی ست، آنکہ میگویند، لطیفہ از قالب برآید، ہمچنیں آہستہ آہستہ بطرف اصلِ خود کہ فوق العرش ست سیر میفرماید، وبیمنِ برکتِ صحبتِ شیخ جذباتِ قویہ لطائف طالب را فرو میگیرد وسرعت وبطورِ سیر آنچہ من فہمیدہ ام موقوف برکثرتِ

---

[1] انکشت بالفتح وکاف فارسی مکسور چوب سوختہ کہ سرد شدہ سیاہ گشتہ باشد۔

ترجمہ

جمعیت سے مراد قلب کو خطرات سے دور کر کے چوکنا رکھنا ہے اور حضور سے مراد قلب میں حضرتِ حق سبحانہ کی طرف توجہ پیدا کرنا ہے۔ جب طالب کے قلب میں جمعیت اور حضور پیدا ہو جائے تو شیخ طالب کے قلب کو اپنی ہمت اور توجہ سے فوق (اوپر) کی طرف جذب فرمائے (یعنی کھینچ لے جائے) اور میں (مصنفؒ) نے اکثر طلباء کو دیکھا ہے کہ پہلے وہ جذب کا ادراک کر لیتے ہیں اور جس وقت قالب سے لطیفہ فوق کو آتا ہے تو وہ نسبتِ حضور حاصل کر لیتے ہیں۔ پیرانِ عظامؒ اسی طرح سے ہر مقام کے فیض کے لئے کہ جس مقام میں توجہ کرنا چاہتے ہیں پہلے خود کو اس مقام کے رنگ میں رنگ لیتے ہیں پھر اس مقام کے فیض کو طالب کے باطن میں القا کرتے ہیں اور اس فیض کے مورد کا بھی لحاظ رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کا دل کثرتِ علائق دعوائق کی وجہ سے کوئلہ کی طرح سیاہ دبے نور ہو گیا ہے اسی وجہ سے وہ خود کو اور اپنی اصل کو بھلا بیٹھا ہے لیکن جب طالب صادق حُسنِ عقیدت کے ساتھ شیخ کامل کی صحبت میں آتا ہے تو شیخ توجہ دیکر ذکر کا طریقہ تلقین کرتا ہے اور اس کے حق میں اپنی توجہ استعمال کرتا ہے تو اس کی توجہات کی برکت سے اس کے قلب میں ذکر کا نور پیدا ہوتا ہے اور وہ سیاہ کوئلہ روشن ہو جاتا ہے اور جب ذکر کے نور سے اس کا تمام قلب منور ہو جاتا ہے تو نور کا شعلہ اس کے قلب سے بلند ہوتا ہے، اس چیز کو طریقہ مظہریہ میں فتح الباب کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور پہلی بشارت جو طالب کو دی جاتی ہے وہ یہی فتح باب کی ہوتی ہے اس وقت وہ قلب جو اپنی اصل سے غافل ہو چکا تھا پھر اپنی اصل کو یاد کرنے لگتا ہے اور اپنے فوق کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور شعلۂ نور اس قدر بلند ہونے لگتا ہے کہ قالب میں سے باہر آجاتا ہے اور یہی مطلب ہے اُن کے اس قول کا کہ لطیفہ قالب سے برآمد ہو۔ اسی طرح آہستہ آہستہ اپنی اصل کی جانب کہ جو فوق العرش ہے سیر کرتا ہے اور شیخ کی صحبت کی برکت سے طالب کے لطائف کو جذباتِ قویہ حاصل ہونے لگتے ہیں لیکن سیر میں

قلتِ توجہاتِ شیخ ست، اگر کثرتِ توجہات در حقِ طالب بکار می برد، سیرِ طالب سریع میشود، و اگر توجہاتِ شیخ قلیل ست، سیر نیز ہماں قدر خواہد بود، و استعداد طلاب مختلف افتادہ بعضے استعداد خوب دارند کہ دراندکِ توجہ مانند ہوائے آتشیں بطرفِ بالا می پرند کہ بسرعتِ سیر اینہا نظر ہرکس کارمی کند و بعضے کہ بطی الاستعداد ہستند افتان وخیزان بمنزلِ مقصود میرسند، غرض صحبتِ شیخ علی الخصوص دریں طریق طالباں را ضرورتر افتادہ است، کہ بدونِ توجہِ شیخ پائے سعی دریں راہ لنگ ست، و ... ریاضات و مجاہداتِ خویش کارے نمی کشاید۔ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَمَا شَاھَدْنَا فِیْ صُحْبَۃِ شَیْخِنَا وَاِمَامِنَا قَلْبِیْ وَرُوْحِیْ فِدَاہُ وَجَرَّبْنَاہُ غَیْرَ مَرَّۃٍ و از برکتِ توجہ است، کہ جذبہ دریں طریق مقدم افتادہ راہ را آسان ساختہ، چہ از رفتن تا بُردن فرق ظاہراست، و خلاصۂ سلوک کہ عبارت از قطع کردن مقاماتِ عشرۂ مشہورہ است از توبہ و انابت و زہد و ریاضت و ورع و قناعت و توکل و تسلیم و صبر و رضا، در ضمنِ آں طے میشود، قربانِ پیرانِ خود شوم کہ چہ راہ سہلے و آسانے برائے ما پست فطرتان و کم استعدادان مقرر ساختہ اند، ایں احسان حضرت شاہ نقشبند است رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ پانزدہ[۱۵] روز سر بسجدہ نہادہ دعا و تضرع در جنابِ الٰہی کردہ اند و عرض کردہ اند کہ الٰہی مرا طریقہ دہ کہ البتہ[۱] موصل باشد، اللہ تعالیٰ دعائے ایشاں مستجاب فرمودہ، و ایشاں را طریقہ عنایت کرد، کہ اقرب طرق ست و البتہ موصل ست لیکن شیخِ کامل و مکمل باید کہ ظاہرش بکمالِ متابعت حضرتِ رسالت پناہی

مقامات عشرہ

احسان حضرت شاہ نقشبند

[۱] یعنی قطعاً و یقیناً بحق سبحانہ رسانندہ باشد ۱۲

تیزی یا دھیماپن جیسا کہ میں سمجھا ہوں شیخ کی توجہات کی کثرت یا کمی پر موقوف ہے۔ اگر شیخ کی توجہات طالب کے حق میں زیادہ ہوں تو طالب کی سیر میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر شیخ کی توجہات کم ہوں تو سیر بھی ویسی ہی ہو جاتی ہے، طالبوں کی استعداد و لیاقت بھی مختلف ہوتی ہیں بعض بہت استعداد رکھتے ہیں کہ ذرا سی توجہ سے آگ کی لپٹ کی طرح بلند ہو جاتے ہیں (اور اسقدر تیزی کے ساتھ اڑتے ہیں) کہ ان کی سیر کی تیز رفتاری میں ہر ایک شخص کی نظر کام نہیں کر سکتی۔ اور بعض لوگ اپنی استعداد میں سست ہوتے ہیں مگر گرتے پڑتے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ غرض کہ اس طریقہ (نقشبندیہ) میں خصوصیت کے ساتھ طالب کے لئے شیخ کی صحبت بہت ضروری ہے کہ اس کے بغیر اس راہ میں کوشش کا پاؤں لنگ ہو جاتا ہے اور اپنی ریاضت یا مجاہدہ کام نہیں آتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ جیسا کہ میں نے اپنے شیخ و امام (میری جان و دل ان پر فدا ہو) کی صحبت میں بارہا تجربہ کیا ہے وہ توجہ کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس طریقے میں جذبے کو سلوک پر مقدم کرنے کی وجہ سے راستے میں ایک طرح کی سہولت پیدا ہو گئی ہے کیونکہ چلنے میں اور لیجانے میں بہت ہی بڑا فرق ہے اور تمام سلوک کا خلاصہ کہ جس سے مراد دس مشہور مقامات کو طے کرنا ہے یعنی توبہ، انابت، زہد، ریاضت، ورع، قناعت، توکل، تسلیم، صبر اور رضا، یہ سب اسی کے ضمن میں طے ہوتے ہیں۔ میں اپنے پیروں کے قربان جاؤں کہ ہم جیسے گھٹیا اور کم استعداد لوگوں کیلئے کیسی آسان راہ مقرر فرمائی ہے۔ یہ احسان دراصل حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ آپ نے پندرہ روز تک بارگاہِ الٰہی میں رو رو کر اور سر بسجدہ ہو کر دعا کی تھی اور عرض کیا تھا۔ بارِ الٰہا مجھ کو ایسا طریقہ عطا فرما کہ جس سے تیرا وصل حاصل ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایسا طریقہ عطا فرمایا جو سب طریقوں سے زیادہ نزدیک اور آسان ہے اور ضرور اُس تک پہنچانے والا ہے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آراستہ وباطنش از ماسوی پیراستہ[1]، وبدوام حضور حضرت حق سبحانہٗ در ساختہ باشد، والا گناہِ طریق چیست. باید دانست کہ اکابرِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علی اہلہا، اصل کار بر جمعیت وحضور داشتہ، بہرِ طُبِ وبابس دست نہ انداختہ اند، وبصور واشکالِ غیبی متوجہ نمی شوند، وکشوف وانوار را چنداں اعتبار ننہادہ اند وطالب را بحصول چہار چیز رغبت می فرمایند، جمعیت وحضور وجذبات وواردات کشش لطائف را کہ بطرف فوق میشود، جذبات می گویند، وواردات عبارت ست از وارد شدن حالے از فوق بر قلب کہ طاقتِ تحمل آں داشتن متعسر ست وجہت فوق بسبب ممارست[2] توجہ آں جہت ست والا او تعالیٰ را بیرون دائرہ جہات باید جست، وہمیں واردات را دریں طریقہ عدم ووجود آں می گویند، اول ایں وارد بر سالک گاہے بلکہ بعد ازماہے ورود می کند در رفتہ رفتہ کثرت پیدا می کند، وبعد از ہر ہفتہ وہر روز بلکہ در روزے چند بار تا وقتیکہ بتواتر وتوالی مے انجامد واتصالِ واردات می شود، آنکہ بزرگاں ایں طریقہ فرمودہ اند، بیت

وصلِ اَعدام گر توانی کرد کارِ مردان مردوانی کرد

اشارت بایں حالت ست، وہمیں عدم ووجود عدم فنا وبقاست، در جہت جذبہ لیکن فناء قلب وقتے متحقق شود کہ تعلق علمی وحبی بماسوائے از ساحتِ

---

[1] از پیراستن بالکسر بیائے مجہول ونثر وبعضے بفتح بمعنی کم کردن وبریدن چیزے را بجہت آرائش وزیبائی۔

[2] ممارست کوشیدن وتفحص کردن وتجربہ نمودن ودر کارے رنج نمودن ودرماں کردن۔

(یعنی وصل حاصل ہوجاتا ہے) لیکن شیخ کامل اور مکمل ہونا چاہئے کہ اس کا ظاہر پوری طرح حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت رکھتا ہو اور اس کا باطن غیر اللہ سے رشتہ توڑ کر اور بے تعلق ہو کر حضرتِ حق سبحانہ کے دوامِ حضور سے مشرف ہو، ورنہ پھر اس طریقے میں گناہ اور کیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ اکابرِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنے کام کی بنیاد جمعیت اور حضور پر رکھی ہے اسی واسطے رطب و یابس پر ہاتھ نہیں ڈالتے، غیبی شکل و صورت پر توجہ نہیں دیتے کشف اور انوار پر چنداں اعتبار نہیں کرتے، اور طالب کو چار چیزوں کے اصول پر رغبت دلاتے ہیں یعنی جمعیت، حضور، جذبات اور واردات (اول الذکر دونوں کے معنے اوپر بیان ہو چکے ہیں مؤخر الذکر کے معنی یہ ہیں) لطائف کی کشش جو فوق کی طرف ہوتی ہے اس کو جذبات کہتے ہیں، اور واردات سے مراد وہ حال ہے جو فوق سے قلب پر وارد ہوتا ہے اور قلب اس کی برداشت سے عاجز ہو جاتا ہے۔ فوق کی جہت اس جہت کی توجہ کی مشق کی بنا پر ہے کہ عادۃً فوق ہی کی طرف توجہ کی جاتی ہے ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ جہات واطراف سے بالکل پاک و مبرا ہے، اُس کو دائرۂ جہات واطراف سے باہر ڈھونڈنا چاہئے اور انھیں واردات کو اس طریقہ نقشبندیہ میں عدم اور وجودِ عدم بھی کہا جاتا ہے۔ پہلے یہ واردات سالک پر کبھی کبھی بلکہ ایک ایک ماہ کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ کثرت پیدا کر لیتے ہیں پھر ہر ہفتہ اور ہر روز بلکہ ایک روز میں کئی کئی بار حتی کہ متواتر ہونے لگتے ہیں اور واردات کا تانتا بندھ جاتا ہے جیسا کہ اس طریقے کے بزرگوں نے فرمایا ہے۔ بیت

گر عدم کا وصال بن جائے   کارِ مرداں اسی کو کہتے ہیں

اس سے اشارہ اسی حالت کے متعلق ہے اور یہی عدم و وجودِ عدم جذبے کے جہت میں فنا اور بقا ہے لیکن فنائے قلب اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ غیر اللہ کے علم اور محبت سے سینہ پاک ہو جائے اور غیر کا خطرہ تک بھی اس کے دل میں نہ گذرے۔ بیت

سینہ رخت بربندد وخطرہ ماسوائے درونِ قلب ہرگز نیاید۔ بیت

خیالِ ماسوائے از دل بروں کن　　گذر از چون وحبِّ بے چگوں کن

وفنا رقلب در تجلیاتِ افعالیۂ الٰہیہ بیشود یعنی دیدن افعالِ ماسوای آثارِ فعل حضرتِ حق سبحانہ تعالیٰ، چوں ایں دید غالب آید صفات وذاتِ ممکنات را مظہر صفات وذات حضرتِ حق خواہد دید، وبتوحیدِ وجودی کہ عبارت ازدیدن ہستی ممکناتِ امواجِ ہستیِ او تعالیٰ ست ترنم خواہد نمود۔ بیت

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت　　لاجرم عینِ جملہ اشیا شد

وارباب توحیدِ وجودی خود را وعالم را گم ساختہ در بحرِ وجود حضرتِ حق غوطہ خواہند خورد۔ بیت

زسازِ مطربِ پرسوز ایں رسید بگوش　　کہ چوب وتار وصدائے تنن تنن ہمہ اوست

وایں را فنا فی اللہ گفتہ اند، وچوں سالک دریں بحرِ ذخار غوطہ خورد، غیر از بحرِ مشہود بصیرتش چیزے نیافت وبہر طرف کہ مشاہدہ کرد، سوائے دریا وامواجِ او ندید، بلکہ خود را قطرۂ ایں بحر دید، واز کمالِ استغراق امتیاز قطرہ نیز مرتفع گشت: بیت

جوئے ایں دریا توئی نیکو بجوئے　　انفکاکے نیست در دریا وجوئے

۱۹ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کہ سید ایں طائفہ علیہ اند میفرمایند۔ شعر

اَلْبَحْرُ بَحْرٌ عَلٰی مَا کَانَ فِیْ قِدَمٍ　　اِنَّ الْحَوَادِثَ اَمْوَاجٌ وَّاَنْھَارُ

فَلَا یَحْجُبَنَّکَ اَشْکَالٌ تُشَاکِلُھَا　　عَمَّنْ تَشَکَّلَ فِیْھَا وَھِیَ اَسْتَارُ

ونیز می فرمایند۔ قطعہ

لَا اٰدَمُ فِی الْکَوْنِ وَلَا اِبْلِیْسُ　　لَا مُلْکُ سُلَیْمَانَ وَلَا بِلْقِیْسُ

فَالْکُلُّ عِبَارَۃٌ وَّاَنْتَ الْمَعْنٰی　　یَا مَنْ ھُوَ لِلْقُلُوْبِ مِقْنَاطِیْسُ

ترجمہ

دور کر تو دل سے غیر اللہ کو　　بے چگوں کے حب میں چوں کر دور ہو

افعالِ الٰہیہ کی تجلیات میں فنائے قلب حاصل ہوتی ہے یعنی غیر اللہ کے افعال کو حضرتِ حق سبحانہٗ کے فعل کا اثر خیال کرنا، جب یہ دید و خیال طالب پر غالب آجاتا ہے تو نہ صرف عالم امکان کی ذات وصفات بلکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر بھی دیکھا جا سکتا ہے اور توحیدِ وجودی کہ جس سے مراد ممکنات کی ہستی میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کی امواج کو دیکھنا، مترنم دیکھا جا سکتا ہے: بیت

اس کی غیرت سے غیر ہے ناپید　　عین ہر چیز ہو گیا ہے وہ

اور توحیدِ وجودی والے خود کو اور تمام عالم کو (اپنے دل ودماغ سے) فنا کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے: بیت

مطرب پُرسوز نے آواز دی　　چوب وتار و نغمہ سب کچھ کر دی

اور اسی کو فنا فی اللہ کہتے ہیں اور سالک جب اس سمندر بے کنار میں غوطہ لگاتا ہے تو اُس کی بصیرت سوائے مشہود کے کوئی اور چیز نہیں پاتی اور جہاں کہیں بھی اس کی نظر جاتی ہے اس کے دریا اور اس کی لہروں کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا بلکہ خود کو اسی سمندر کا ایک قطرہ سمجھتا ہے اور انتہائی استغراق کی وجہ سے قطرے کا یہ امتیاز بھی اٹھ جاتا ہے۔ بیت

تو ہے سرچشمہ ندی کا اس لئے　　ہو نہیں سکتی ندی تجھ سے جُدا

حضرت شیخ اکبر ابن العربی قدس سرہٗ اس طائفہ علیہ کی سند میں فرماتے ہیں: شعر

بحر اب بھی ہے کہ جیسا تھا عہدِ قدیم میں　　کیا اس کی لہریں، نہریں، حوادث نہیں سبھی؟

اشکال جن میں تم متشکل ہو، ہیں حجاب　　لیکن نقاب روئے حقیقت نہ ہوں کبھی

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے: قطعہ

آدم جہاں میں ہے نہ ابلیس ہے کوئی　　ہے ملک سلیمان کا نہ بلقیس ہے کوئی

یہ سب عبارتیں ہیں مگر میرے دلستاں　　تو ہی فقط ہے معنی ومفہوم کُل جہاں

مغربی میفرماید: غزل

زدریا موجِ گوناگوں برآمد | زبیچونی برنگِ چوں برآمد
گہے در کسوتِ لیلیٰ فروشد | گہے دُر صورتِ مجنوں برآمد
چو یار آمد ز خلوتخانہ بیروں | ہموں نقشِ درُوں بیروں برآمد
ازیں دریا بدیں امواج ہر دم | ہزاراں گوہرِ مکنوں برآمد
بصد دستاں بکامِ دوستاں شد | بصد افسانہ وافسوں برآمد
بدیں کسوت کہ می بینیش اکنوں | یقیں مے داں کہ او اکنوں برآمد
چو شعرِ مغربی در ہر لباسے | بغایت دلبر و موزوں برآمد

وچوں فنا بایں مرتبہ بکمال رسید بوجودِ موہوب او را موجود ساختہ بقائے از نزدِ خود عطا خواہد فرمود، وخود را در ہمہ وہمہ را در خود مشاہدہ خواہد نمود، وعالم را مرآتِ جمالِ خود خواہد دید وازغایتِ شوق بایں اشعار ترنم خواہد بود۔ غزل

چوں بنگرم در آئینہ عکسِ جمالِ خویش | گردد ہمہ جہاں بحقیقت مصوّرم
خورشید آسمانِ ظہورم عجب مدار | ذرّاتِ کائنات اگر گشت مظہرم
عشقم کہ در دو کون مکانم پدید نیست | عنقائے مغربم کہ نشانم پدید نیست
زابرو وغمزہ ہر دو جہاں صید کردہ ام | منگر بداں کہ تیر و کمانم پدید نیست
گویم بہر زباں وبہر گوش بشنوم | ایں طرفہ تر کہ گوش و زبانم پدید نیست

بدانکہ توحیدِ وجودی وذوق وشوق وواضح شدن اسرارِ معیت وآہ ونعرہ و بیخودی واستغراق وسماع ورقص ووجد وتواجد ہمہ در سیر لطیفۂ قلب ست وقلب اول در دائرہ امکان سیر می نماید، وازاحوالِ آں دائرہ است،

حضرت مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غزل

سمندر سے بہت لہریں اٹھی ہیں | جو بیچونی سے چوں میں آ گئی ہیں
کبھی لیلیٰ کی صورت سے عیاں ہیں | کبھی مجنوں کی صورت میں چھپی ہیں
ہویدا جب ہوا خلوت سے وہ دوست | تو جلوت میں وہ شکلیں آ رہی ہیں
اسی دریا میں ان لہروں سے ہر دم | ہزاروں سیپیاں پیدا ہوئی ہیں
کبھی سو قصے ان سے بہر احباب | کبھی سو داستانیں بن گئی ہیں
غرض یہ جلوے جس جامہ میں دیکھو | یقیں جانو، نقوشِ دلبری ہیں
یہ جلوے بھی، کلامِ مغربی بھی | لباسِ دلبری و دلکشی ہیں

جب اس مرتبے کی فنا اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو عطا کردہ وجود سے اس کو موجود کرکے اپنی طرف سے اسے بقا عطا فرماتے ہیں۔ پھر سالک خود کو سب میں اور سب کو خود میں مشاہدہ کرتا ہے اور تمام عالم کو اپنے جمال کے آئینہ میں دیکھتا ہے اور ذوق و شوق کی شدت میں یہ اشعار پڑھنے لگتا ہے غزل۔

خود اپنا حسن آئینے میں دیکھتا ہوں میں | عالم تمام خانۂ تصویر ہے مجھے
خورشید ہوں مظاہرِ عالم ہیں کیا عجب | ذراتِ کائنات بھی مظہر نہیں مرے
وہ عشق ہوں کہ دونوں جہاں میں نہ آ سکے | عنقا ہوں جس کا کوئی نشاں تک نہ پا سکے
ابرو سے، ناز سے میرے دنیا ہوئی شکار | کوئی پتا نہ تیر و کماں کا بتا سکے
ہر منہ سے بولوں اور میں ہر کان سے سنوں | لیکن کوئی نہ کان نہ منہ کو بتا سکے

جاننا چاہئے کہ توحیدِ وجودی، ذوق و شوق، اسرارِ معیت کا ظہور، آہ و نعرہ، بے خودی و استغراق، سماع و رقص، وجد و تواجد، یہ سب لطیفۂ قلب کی سیر سے متعلق ہیں اور قلب پہلے پہل دائرۂ امکان میں سیر کرتا ہے اور اسی دائرے کے احوال میں یہ چیزیں آتی ہیں، یعنی جذب، حضور، جمعیت، واردات، کشفِ کونی،

جذب وحضور وجمعیت وواردات وکشفِ کونی وکشفِ ارواح وکشفِ
عالمِ مثال وسیرِ عالمِ ملک[1] که عبارت از تحتِ افلاک ست، وملکوت
که عبارت از ملائکه وارواح وبهشت وآنچه ما فوقِ آسمانهاست، همه داخلِ
دائرهٔ امکان ست. بلکه در نصفِ سافلِ آں دائره اینچنیں شعبده ها بنظر
می درآید، وایں را سیرِ آفاقی می گویند، وکمالِ حضور وجمعیت وجذباتِ قویّه
در دائرهٔ ثانی که عبارت از سیرِ تجلیاتِ افعالیه است وسیرِ ظلالِ اسماء و
صفات ست، ومسمّی بدائرهٔ ولایتِ صغریٰ ست، حاصل میشود، واز
نصفِ عالی دائرهٔ امکان که فوقِ عرش ست چه وانماید که بسیارے از
صوفیهٔ نارسیده از باعثِ تنزیه ولامکانیت آں مقام را مرتبهٔ صفات و
ذات فهمیده اند[ـه] یکے میگوید که سرِّ استوی فوقِ عرش از اسرارِ غامضه است
ایں از جملهٔ اغلاطِ صوفیه است، ودر نصف دائره فوقِ عرش سیرِ انفسی
قرار داده اند بلکه کمالِ سیرِ انفسی در دائرهٔ ولایتِ صغریٰ که محلِ ظهورِ توحید
واسرارِ معیت است، واضح می شود. امام الطریقه

دائرہ ولایت صغری
که عبارت از
ظلال اسماء و صفات ست

حضرت شاه نقشبند فرموده اند که اولیاء الله بعد
از فنا وبقا هرچه می بینند در خود می بینند، وهرچه می شناسند در خود می شناسند
وحیرتِ ایشاں در نفسِ خود ست وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. بزرگے میگوید. بیت

همچو نابینا مبر هر سوئے دست — با تو در زیرِ گلیم ست هرچه هست

---

[1] عالم ملک وعالم ملکوت

ـه وحال آنکه چنیں ست که گمان برده اند بلکه امکان را وجوب تصور کرده اند۔

کشفِ ارواح، کشفِ عالمِ مثال اور عالمِ مُلک کی سیر سے مراد تحت افلاک ہے۔ اور ملکوت (کہ جس سے مراد عالم ملائکہ، ارواح، بہشت اور وہ جو آسمانوں کے اوپر ہے) سب دائرہ امکان میں داخل ہے بلکہ اس دائرے کے نیچے والے نصف حصہ میں یہی شعبدے نظر آتے ہیں اور اسی کو سیر آفاقی کہتے ہیں، بلکہ کمالِ حضور، جمعیت اور جذباتِ قویہ دائرہ ثانی میں حاصل ہوتے ہیں کہ جس سے مراد تجلیاتِ افعالِ الٰہیہ کی سیر ہے اور اسماء و صفات کے ظلال کی سیر بھی ہے۔ اور اس کو دائرہ ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں۔

اور دائرہ امکان کے نصف حصہ عالی کا جو فوق العرش ہے کیا حال ظاہر کرے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ناقص صوفیوں نے اس مقام کو ہی تنزیہ و لامکانیت کی وجہ سے ذات و صفات کا مرتبہ خیال کر لیا ہے، کوئی کہتا ہے کہ استوای علی العرش کا راز اسی مقام کے گہرے اسرار میں سے ہے اور یہ صوفیوں کی غلطیوں میں سے ہے۔ اس نصف دائرے میں کہ فوق عرش ہے سیرِ انفسی ہوا کرتی ہے۔ بلکہ سیرِ انفسی پوری طرح ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں ظاہر ہوتی ہے جو توحید اور اسرارِ معیت کے ظہور کا مقام ہے۔

امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ بھی فنا اور بقا کے بعد دیکھتے ہیں اپنے ہی اندر دیکھتے ہیں اور جو کچھ بھی پہچانتے ہیں اپنے ہی اندر پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت بھی اپنے ہی نفسوں میں ہوتی ہے "اور تمہارے نفسوں میں پس کیا نہیں دیکھتے ہو تم" (سورۂ ذاریات) اسی کی طرف مشیر ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: بیت

مثلِ نابینا نہ ہر جانب ٹٹول
تیری کملی میں ہے سب کچھ تیرے پاس

علامت رسیدنِ قلب در دائرۂ ولایتِ صغری آنست کہ توجہِ فوق مضمحل شدہ احاطۂ شش جہات میفرماید و معیتِ بیچونی حضرتِ حق سبحانہ بادراک بیچون محیطِ خود و محیط ہمہ عالم می بیند و بعضے را اسرارِ توحیدِ وجودی دست می دہد، و منشاءِ اسرارِ توحیدِ وجودی آنست، کہ بسبب کثرتِ عبادات و مجاہدات و ترکِ مالوفات و مرغوبات و دوامِ ذکر و فکر غلبۂ عشق و محبت بسوئے محبوبِ حقیقی پیدا می شود، و دل را جذبے و توجّہے بسوئے آنجنابِ قدس ہویدا می گردد، و ایں مجاہدات و ترکِ مالوفات کہ موافق اتباعِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم واقع بیشود، تصفیۂ باطن از علائقِ ماسوائے می کند، و آئینۂ دل را از زنگِ غفلت و ہوا زدودہ می فرماید تا بحدیکہ باطن را مرایاے عکوس و ظلال اسما و صفات واجبے می کند و چوں سالک بیچارہ و عاشق دل دادہ کہ نادیدہ بمحبوبِ خود تعشقے ہم رسانیدہ بود، عکوس و ظلال را عین محبوب تصور کردہ بشطحیاتِ تکلم فرماید و صورتِ محبوب در آئینۂ باطنِ خود دیدہ بیخود و بدہوش شدہ خیالِ وصال در سرش مے افتد حافظ شیرازی می فرماید۔ بیت

عکسِ روئے تو چو در آئینۂ جام افتاد　　عارف از پرتو مَی در طمعِ خام افتاد

و چوں از غایتِ عطش فرق درمیانِ ظل و اصل نمے تواند کرد، لاجرم نعرۂ اتحاد و عینیت از نہادش مے برآید۔ بیت

چوں عکسِ رخِ دوست در آئینہ عیاں شد　　بر عکسِ رخِ خویش نگارم نگراں شد

و غلبہ ایں دید بجائے رسید، کہ تعیّن و تشخّصِ خود نیز از نظرش مرتفع شد ندائے

ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں قلب کی رسائی کی پہچان یہ ہے کہ فوق کی توجہ مضمحل ہو جاتی ہے اور چھ طرفوں کا احاطہ کر لیتی ہے اور حضرتِ حق سبحانہٗ کی معیتِ بے کیف کو ادراکِ بے کیف کے ساتھ اپنے آپ کا اور تمام عالم کا محیط تصور کرتی ہے اور بعضوں کو تو توحیدِ وجودی کے اسرار بھی اسی میں حاصل ہو جاتے ہیں اور توحیدِ وجودی کے اسرار کا منشا یہ ہے کہ عبادات و مجاہدات کی کثرت سے اور پسندیدہ چیزوں کے ترک سے اور ذکر و فکر کے دوام اور ہمیشگی کے باعث محبوبِ حقیقی کی طرف عشق و محبت کا غلبہ پیدا ہوتا ہے اور دل میں جذبہ اور توجہ اسی ذاتِ اقدس کی جانب موجزن ہوتا ہے اور یہ مجاہدات اور پسندیدہ چیزوں کا ترک جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے مطابق ہوتا ہے غیر اللہ کے تعلق سے باطن کو پاک کر دیتا ہے اور آئینۂ دل کو غفلت اور لالچ کے زنگ سے صاف کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ باطن میں اسماء و صفاتِ واجبی کے عکوس و ظلال نظر آنے لگتے ہیں اور چونکہ بے چارہ سالک اور دلدادہ عاشق کہ جس نے بے دیکھے محبوب سے عشق کیا ہوتا ہے ان عکوس و ظلال کو عین محبوب خیال کر لیتا ہے تو سکر یہ کلمات برخلافِ شریعت زبان پر لاتا ہے اور اپنے محبوب کی صورت کو اپنے باطن کے آئینے میں دیکھ کر بیخود و بیہوش ہو جاتا ہے اور وصال کا خیال کرنے لگتا ہے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں:۔

جام کے آئینے میں عکس جو چہرے کا پڑا ہنس پڑی مے دلِ عارف میں گماں اور ہوا

اور چونکہ تشنگی کی شدت کی وجہ سے ظل اور اصل میں وہ فرق نہیں کر سکتا تو خواہ مخواہ اس کے وجود سے اتحاد اور عینیت کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ بیت

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا (غالب)

اور اس دید کا غلبہ اس حد تک ہو جاتا ہے کہ تعین اور تشخص بھی سالک کی

سُبْحَانِیْ وَاَنَا الحَقُّ از باطنش بلند شد، وچوں در حدیثِ قدسی وارد ست
اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ موافقِ ظنِ او با او معاملہ خواہند فرمود، وچوں صاحبِ
ایں حالت از خود و با بنیہائے خود فانی گشتہ است، از طعن وملامت دور
است، وداخل زمرۂ اولیا ست واز مجذوبانِ حق پرست، بداند کہ قبل
از رسیدنِ قلب در دائرۂ ثانی کہ مقامِ انکشافِ توحید ست، سخنانِ توحید
گفتن واعتقادِ وحدتِ وجود نمودن خلافِ شریعت است، نمی بینی،
کہ دعوتِ انبیاءِ عظام علیہم السلام بتوحیدِ وجودی نیست، بلکہ احکامِ شریعت
موقوف بر اثنینیّت ست، وکتاب وسنت ناطق ست، بہ نفیِ معبوداتِ باطلہ
ویگانہ داشتنِ معبودِ حقیقی بعبادت وعوام را تخیل ومراقبۂ توحید کردن غیر از
خسارتِ دنیا وآخرت نمے افزاید، مشائخِ وقت را خدا انصاف دہد کہ ایں
چنیں اعتقادِ ملحدانہ بمریدانِ خود تلقین می فرمایند وایں بیچارگان را از صراطِ مستقیم
منحرف می سازند۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا اَضَاعُوْا فَاَضَاعُوْا۔ بیت

بے خردے چند ز خود بے خبر — عیب پسندند بزعمِ ہنر
بادِ شوند از پئے چراغے رسند — دُود شوند از پئے باغے رسند

باید دانست کہ بعضے سالکاں را قبل از قطعِ دائرۂ امکان بلکہ قبل از بر آمدنِ
لطیفہ از قالب حالتے شبیہ توحیدِ وجودی وہمہ اوست ظاہر میشود، وموجبش آنکہ
بتخیل مراقبۂ توحید صورتِ توحید در متخیلہ ایشاں متصور می شود، وچوں ایں تخیل
غلبہ می کند، سخنانِ توحید بے تحاشی می گویند، خصوصاً در اوقاتِ سماع وآوازِ
خوش وتار ونغمہ کہ در قلب حرارتے وذوقے پیدا می شود، بیباک تر می شوند و

(ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں … بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ)

نظر سے اٹھ جاتا ہے اور اس کے باطن سے سبحانی (پاک ہوں میں) اور انا الحق (میں حق ہوں) کی آواز آنے لگتی ہے اور جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ "میں اپنے بندے کے ظن کے ساتھ ہوں" اس کے ظن کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں۔ چونکہ اس حال والا اپنے سے اور اپنی حاجتوں سے فنا ہو چکتا ہے اس لئے طعن اور ملامت سے بالکل پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کے مجذوبوں میں اور اولیاءِ کرامؒ کے زمرے میں داخل ہے۔

جاننا چاہیئے کہ دائرہ ثانی میں قلب کی رسائی سے پہلے (کہ وہ توحید کے ظاہر ہونے کا مقام ہے) توحید کی بات کرنا، اور وحدتِ وجود کا اعتقاد رکھنا شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم السلام نے توحیدِ وجودی کے لئے دعوت نہیں دی ہے بلکہ احکامِ شریعت کیلئے جو کتاب و سنت پر موقوف ہیں اور باطل معبودوں کی نفی بھی کرتے ہیں اور عبادت کے لئے صرف معبودِ حقیقی کو یگانہ قرار دیتے ہیں اور عوام وحدتِ وجود کے مراقبہ کا دھیان کریں تو دنیا اور آخرت کے خسارے کے علاوہ انھیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ مشائخِ وقت کو اللہ تعالیٰ فہم انصاف عطا فرمائے کہ وہ ایسے ملحدانہ عقائد اپنے مریدوں کو تلقین نہ کریں اور ان بے چاروں کو صراطِ مستقیم سے منحرف نہ کریں۔ "یہ گمراہ ہوئے آپ پھر خلقت کو گمراہ کیا، پہلے خود ضائع ہوئے پھر خلقت کو ضائع کیا"

بے وقوف اپنی بے وقوفی سے — عیب ہی کو ہنر سمجھ بیٹھے
بن گئے وہ ہوا دیے کے لئے — دردِ سر کے لئے دھواں ٹھہرے

جاننا چاہیئے کہ بعض سالکوں کو دائرۂ امکان کے طے کرنے سے پہلے بلکہ لطیفۂ قلب سے باہر آنے سے پہلے ایک حالت مثل توحیدِ وجود یا ہمہ دست کے ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ مراقبۂ توحیدِ وجودی کے تخیل سے ان کی قوتِ متخیلہ میں توحید کی صورت منقش ہو جاتی ہے اور جب یہ تخیل غلبہ کرتا ہے تو وہ بے تحاشا توحید کی باتیں کرنے لگتے ہیں خصوصاً سماع اور دلکش آواز کے سننے کے وقت، کیونکہ دلکش آواز اور نغمہ کے تار سے جب ان کے قلب میں گرمی اور

سبحانی ما اعظم شانی

اشعارِ توحید شنیدہ خودرا ہم حالِ قائلانِ آں اشعار مے شناسند و نمی دانند کہ
ارباب ایں احوال را آداب و شرائط ست کہ درینہا مفقود اند معظم ترین
شرائط اتباعِ سنت سنیہ است، و اجتناب از بدعتِ نامرضیہ حکایات
مشائخ متقدمین قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم در ورع و تقوی معروف ست
و جمع را چونکہ سیر عنصرِ ہوائی دست می دہد، کہ ایں عنصر لطافتے دارد و در ذرات
ممکنات ساریست، ایشاں آنرا وجودِ حق تصور کردہ سخنانِ توحید بر زبان
مے آرند، نمیدانند کہ ایں سیر داخلِ دائرہ امکان ست، و مقامِ توحید بعد
از انقطاع ایں دائرہ است و برخے بسبب انکشاف عالمِ ارواح و بیچونی
آں عالم نسبت بہ عالم اجسام و احاطۂ آں مر عالمِ اجسام را آں را قیوم عالم
تصور می نمایند و آنرا بخدائے می پرستند۔ دریں مقام بعضے اکابر را نیز
اشتباہے واقع شدہ سلطان العارفین قدس سرہ می فرمایند سی سال
روح را بخدائے پرستیدم و چوں عنایتِ ایزدی شاملِ حالِ ایں بزرگواراں بود
ایشانرا ازاں مقام ترقی واقع شدہ آنگاہ ایں اشتباہ را دانستند بدانند کہ
روح از عالمِ امکان ست، الا آنکہ بلامکانیت تعلق دارد و رنگِ بے چونی
دارد اما نسبت بہ بیچونِ حقیقی از قسم چونست و از مخلوقاتِ حق ست سبحانہ
کما وردَ فی الحدیث و تحقیق و تفصیل ایں اشتباہات در مکاتیب شریف حضرتِ
امام ربانی مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بانکشافِ تمام موجود ست، راقم گوید
کہ چند سال بندہ را ایں چنیں مغالطہ در پیش آمدہ است و قبل از رسیدن در مقام
توحید سخناں خلافِ شرع از زبانش سر می زد، اَستغفِرُ اللّٰہَ رَبِّی وَ اَتُوبُ اِلَیہِ

[illegible]

ذوق وشوق پیدا ہوجاتا ہے تو وہ لوگ زیادہ بیباک ہوجاتے ہیں اور توحید کے اشعار سن کر خود کو ان اشعار کے کہنے والوں کا ہم حال سمجھنے لگتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایسے احوال والوں کے لئے بھی آداب وشرائط ہیں جو ان میں موجود نہیں۔ ان کے اہم ترین شرائط میں سے ایک سب سے بڑی شرط سنتِ سَنیہ (صحیحہ) کی پیروی اور بدعتِ ناپسندیدہ سے پرہیز ہے۔ پہلے زمانے کے بزرگوں کی حکایات پرہیزگاری اور تقوی میں مشہور ہیں۔ کچھ لوگوں کو عنصرِ ہوائی کی سیر حاصل ہوجاتی ہے چونکہ اس عنصر میں لطافت زیادہ ہوتی ہے جو ممکنات کے تمام ذرات میں سرایت کئے ہوئے ہے اس لئے وہ ان کو وجودِ حق سمجھ لیتے ہیں اور توحیدِ وجودی کی باتیں زبان پر لانے لگتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ سیر تو دائرہ امکان میں داخل ہے اور توحیدِ وجودی کا مقام اس دائرہ کے طے کرنے کے بعد ہے۔ اور بعض لوگوں کو عالمِ ارواح کے انکشاف وظہور کی وجہ سے اور عالمِ اجسام کی نسبت ظاہر ہونے سے اور عالمِ اجسام پر اس کے احاطہ کرلینے سے خیال ہوتا ہے کہ وہی جہان کا قیوم (نگہبان) ہے اور اسی کو وہ (نعوذ باللہ) خدا سمجھ کر پرستش کرنے لگتے ہیں، اس مقام پر بعض اکابر کو بھی دھوکا ہوا ہے۔ حضرت سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی) قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں تیس ۳۰ سال تک روح کو خدا سمجھ کر پوجتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت ان کے شاملِ حال ہوئی تو اس مقام سے اُن کو ترقی حاصل ہوئی اور وہ اس دھوکے کو سمجھ گئے۔

جاننا چاہئے کہ روح درحقیقت عالمِ امکان سے ہے مگر لامکانیت سے تعلق ضرور رکھتی ہے اور بے چونی کا رنگ بھی رکھتی ہے لیکن بیچونِ حقیقی کی بہ نسبت یہ چوں کی قسم اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اور ان اشتباہات کی تحقیق وتفصیل حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مکتوباتِ شریفہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ مذکور ہے (وہاں ملاحظہ کریں)۔ راقم (مصنفؒ) کہتا ہے کہ اس عاجز کو بھی چند سال تک اسی قسم کے مغالطے ہوگئے تھے اور توحید کے مقام پر پہنچنے سے پہلے شریعت کے

بدانند کہ صوفیہ علیہ کہ احوالِ توحید دارند، و بوحدتِ وجود قائل اند، پنج مراتبِ وجود را معیّن کردہ اند، و حضراتِ خمس نیز می نامند، مرتبۂ اُولیٰ را وحدت می گویند، و دریں مرتبہ تعیّن اوّل کہ تعیّن علمی اجمالی ست اثبات می نمایند یعنی اول تعیّنے کہ بر احدیت مجردہ متعیّن شدہ ہمیں تعیّن است وایں مرتبہ را تعیّنِ اول و حقیقۃ الحقائق و حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم می فرمایند، و مرتبۂ لاہوت نیز می گویند، و مرتبۂ ثانیہ را احدیت و تعیّنِ ثانیہ میگویند، وایں مرتبہ را مرتبۂ تفصیل اسماء و صفات حضرتِ حق و مرتبہ حقائق جمیع ممکنات می گویند وایں مرتبہ را مرتبۂ جبروت می گویند، وایں ہر دو تعیّن را در مراتبِ وجوب اثبات می کنند، و مرتبۂ ثالثہ را مرتبۂ عالمِ ارواحِ ملکوت می شمارند، و مرتبۂ رابعہ را مرتبۂ عالمِ مثال و مرتبۂ خامسہ را مرتبۂ عالم اجسام و ناسوت قرار دادہ اند وایں مراتبِ سہ گانہ را مراتبِ امکانی گفتہ اند، و احکامِ یکمرتبہ را بر مرتبۂ دیگر ثابت کردن پیشِ ایشاں زندقہ است۔ **بیت**

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ۔۔۔ گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی

یعنی اسم یکمرتبہ و احکامِ او بر مرتبۂ دیگر اطلاق نمودن و جاری ساختن کفر ست صریح مثلاً در مرتبۂ ناسوت کہ نام آں مرتبہ انسان ست، و حکمِ او عجز و بے چارگی و عابدیت ست، و در مرتبۂ وحدت کہ نام آں مرتبہ اللہ، و حکمِ او استغنا و بے نیازی و معبودیت ست، ایں ہر دو اسماء و احکام را یکے ساختن نزدِ صوفیہ محققین کفر محض وارتدادِ صرف ست، بشنو بشنو کہ چوں ایں

خلاف بعض باتیں منہ سے نکل جاتی تھیں (میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں)۔

جاننا چاہیئے کہ وہ صوفیہ جو توحیدِ وجودی کا احوال رکھتے اور وحدتِ وجود کے قائل ہیں اس وجود کے پانچ مراتب متعین کرتے ہیں ان کو "حضراتِ خمس" بھی کہتے ہیں۔ پہلا مرتبہ جو محض احدیت پر متعین ہوا ہے اسے وحدت کا پہلا تعین کہتے ہیں اور اس مرتبہ یا مقام پر پہلے تعین کا اثبات کرتے ہیں جو علمی اور اجمالی تعین ہے اس مرتبے کو تعینِ اول، اور حقیقت الحقائق اور حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مرتبۂ لاہوت بھی کہتے ہیں۔ اور دوسرے مرتبہ کو واحدیت اور تعینِ ثانی کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو حق سبحانہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تفصیل کا مرتبہ، اور حقائقِ جمیع ممکنات کا مرتبہ اور مرتبۂ جبروت بھی کہتے ہیں۔ اور ان دونوں تعین کو مراتبِ وجوب میں شمار کرتے ہیں اور تیسرے مرتبہ کو عالمِ ارواح یا ملکوت کہتے ہیں اور چوتھے کو عالمِ مثال کا مرتبہ دیتے ہیں۔ اور پانچویں کو عالمِ اجسام یا ناسوت کا مرتبہ قرار دیتے ہیں اور ان تینوں موخر الذکر مراتب کو مراتبِ امکانی کہا گیا ہے اور ایک مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبے کے احکام ثابت کرنا ان کے نزدیک زندقہ سمجھا گیا ہے۔ بیت

ہر مرتبے کا حکم جدا ہے وجود میں　　　قائم نہیں جو فرق تو زندیقیت ہے وہ

یعنی ایک مرتبے کا نام اور حکم دوسرے مرتبے کے لئے مقرر کرنا صریح کفر ہے مثلاً ناسوت کے مرتبہ کا نام انسان ہے اور اس کا حکم عجز و نیاز اور عبادت کرنا ہے، اور وحدت کے مرتبے کا نام اللہ ہے اور اس میں بے پروائی، بے نیازی اور معبودیت کا حکم عائد ہے، تو ان دونوں کے نام اور حکم کو ایک بنا دینا صوفیۂ محققین کے نزدیک کفر اور ازندادِ محض ہے۔ خوب سن لو کہ اگر ان پانچوں مراتب کو غور و تامل اور گہری نظر سے دیکھو گے تو یہ سب کے سب ولایتِ صغریٰ ہی کے دائرے میں داخل نظر آئیں گے (اور علم اللہ تعالیٰ کو ہے) کیونکہ جب لطائفِ خمسہ کی تفصیلی سیر واقع ہوتی ہے

مراتب خمسہ را بہ تعمق نظر فکر نمودہ می شود، ہمہ داخلِ دائرہ ولایتِ صغریٰ مشہود می گردد۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ۔ زیرا کہ چوں لطائفِ خمسہ را سیرِ تفصیلی واقع می شود، اول گذر ایشاں در دائرۂ امکان واقع خواہد شد، وعالمِ اجسام وارواح وملکوت ومثال کہ ہمہ داخل دائرۂ امکان اند، مشہودِ سالک خواہند شد، بعد از قطع ایں دائرہ چونکہ عروج خواہد شد، در دائرۂ ولایتِ صغریٰ قدم خواہد نہاد، ودریں دائرہ سیرِ ظلال اسماء وصفات واقع می شود وایں ظلال در نظرِ سالک عین اسما وصفات مشہود می گردد، وچوں ہر نقطہ ازیں دائرہ از مبدأ خود ناشی ست، چونکہ بعد از قطع تفصیلے باں نقطہ اجمالی خواہد رسید، آں نقطہ را حقیقتِ محمدی وتعینِ اول کہ تعینِ علمی ست، میداند، وفوق آں نقطہ ذات بحت واحدیتِ مجردہ خیال می کند۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

عنقا شکار کس نشود دام بازچیں کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

بایددانست کہ ایں دائرہ ظلالِ اسماء وصفات مبدأ تعین جمیع ممکنات ست سوائے انبیاء عظام وملائکہ کرام علیہم السلام بدانکہ ہر فردے از افرادِ عالم را از جنابِ الٰہی عَلَی التَّوَاتُرِ وَالتَّوَالِیْ فیوضاتِ تازہ می رسد، از قسم وجود وحیات ونعمتہائے دیگر کہ تعدادِ آں از احاطۂ بشری بیرون ست، وآں فیوض بتوسطِ صفاتِ ظلالِ آں واسطہ اند، درمیانِ مخلوقات وذاتِ حق اگر ایں اسماء وصفات نمی بودند، عالم کہ معدوم محض بود، وجود وبقا نمی یافت، زیرا کہ حضرتِ ذات کہ بکمال استغنا موصوف ست بعالم مناسبتے ندارد،

تو ان کا گذر پہلے دائرہ امکان میں ہوتا ہے اور عالمِ اجسام، عالمِ ارواح، و عالم ملکوت، و عالمِ مثال جو سب کے سب دائرۂ امکان میں داخل ہیں سالک کے لئے مشاہدہ میں آجاتے ہیں، پھر اس دائرے کے طے کرنے کے بعد چونکہ لطائف کو عروج ہوگا تو سالک اس عروج کے وقت ولایتِ صغریٰ میں قدم رکھے گا اور اسی دائرے میں اسماء و صفات کے ظلال کی سیر ہوتی ہے اور یہ ظلال سالک کی نظر میں اسماء و صفات کا عین دکھائی دینگے۔ اور چونکہ ہر دائرہ اپنے مبدا کے نقطے سے بڑھتا ہے اور سیرِ تفصیلی قطع کرنے کے بعد اس نقطۂ اجمالی پر جب نظر پڑے گی تو اس نقطہ کو حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تعینِ اول (جو تعین علمی ہے) سمجھے گا۔ اور اس نقطے کے فوق میں ذاتِ محض اور احدیتِ مجردہ خیال کرے گا۔ (اللہ تعالیٰ تو اس سے کہیں برتر ہے)۔ بیت

اٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

جاننا چاہیے کہ اسماء و صفات کے ظلال کا یہ دائرہ تمام ممکنات کے تعینات کا مبدا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ افرادِ عالم کے ہر ہر فرد کو بارگاہِ الٰہی سے پے در پے اور متواتر نوبہ نو فیوضات پہنچتے رہتے ہیں جیسے وجود و حیات اور دیگر بہت سی نعمتیں جن کی تعداد احاطۂ بشری سے خارج ہے اور یہ تمام فیوض صفات اور ان کے ظلال کی وساطت سے مخلوقات اور ذات حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں، اگر یہ اسماء و صفات نہ ہوتے تو یہ عالم جو محض معدوم تھا وجود نہ پاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ کی ذات پاک جو کمال استغنا اور بے پروائی کے ساتھ موصوف ہے اس کو عالم کے ساتھ فی حدِ ذاتہا تو کسی قسم کی بھی مناسبت نہیں ہے ــــ

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ۝ پس ہر شخصے از اشخاصِ عالم را از ظلّے از ظلالِ صفات کہ آں ظلال لا متناہی ست، فیوض و کمالات می رسد و آں ظل را مبدا تعین و حقیقتِ ایں شخص می گویند، و عین ثابت نیز می نامند آنکہ صوفیہ گفتہ اند، اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ اشارت بہمیں ظلال ست، و چوں لطیفہ داخل دائرۂ ولایتِ صغریٰ شد، در اصل و حقیقتِ خود فانی و مستہلک خواہد شد، و بقا بآں حقیقت خواہد یافت، پس فنا لطیفۂ قلب در تجلی فعلی خواہد شد، دریں وقت افعالِ خود وا فعال جمیع مخلوقات از نظرش مختفی خواہد بود، و بجز فعلِ یک فاعلِ حقیقی در نظرش نخواہد آمد، ولایت[1] ایں لطیفہ را ولایتِ حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام می فرمایند، پس سالکے کہ از راہِ ایں ولایت داخل مقصود شود او را آدمی المشرب می گویند۔ و فنا لطیفہ روح در صفاتِ ثبوتیہ[2] حق سبحانہ ملشود، دریں وقت سالک صفاتِ خود را از خود و صفاتِ جمیع مخلوقات را از جمیع مخلوقات مسلوب ساختہ بحضرت حق سبحانہ منسوب خواہد دید، و چوں وجود کہ اصلِ جمیع صفات ست وجود را از خود و از جمیع ممکنات نفی ساختہ اثبات آں را غیر از حضرتِ حق سبحانہ نخواہد کرد، لاجرم بتوحیدِ وجودی قائل خواہد شد و ولایت ایں لطیفہ را ولایتِ حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام می فرمایند

حقیقت شخص و مبدأ تعین و عین ثابت آں شخص ظلال

---

[1] بدانکہ لطائف عالم امر را بہ چند پیغمبران علیہم السلام مرحمت فرمودہ اند، لطیفۂ قلب را بحضرت آدمؑ و لطیفۂ روح را بحضرت نوحؑ و بحضرت ابراہیمؑ و لطیفۂ سر را بحضرت موسیٰؑ و لطیفۂ خفی را بحضرت عیسیٰؑ و لطیفۂ اخفیٰ را بحضرت محمد رسول اللہ علیہ و علیہم افضل الصلوات والتسلیمات ۔

[2] از حیات و علم و قدرت و ارادہ و کلام و سمع و بصر و تکوین ۔

ترجمہ

(بیشک اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے بے نیاز ہے) پس دنیا کے ہر شخص کو اشخاصِ عالم میں سے صفات کے غیر متناہی ظلال میں سے کسی ایک ظل سے فیوض و کمالات حاصل ہوتے ہیں، اس ظل کو اس شخص کے تعین اور حقیقت کا مبداء کہتے ہیں اور اس کا عین ثابتہ بھی کہتے ہیں، صوفیہ کرامؒ کا یہ قول (اللہ تعالیٰ کی طرف موصل راستے انفاسِ خلائق کے شمار کے برابر ہیں) انہی ظلال کی طرف اشارہ ہے۔

اور لطائفِ خمسہ میں سے جب کوئی لطیفہ ولایتِ صغریٰ کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے، تو اپنے اصل اور اپنی حقیقت میں فانی اور نیست و نابود ہو کر اس اپنی حقیقت کے ساتھ اُسے بقا حاصل ہوتی ہے۔ پس لطیفۂ قلب کی فنا، تجلیٔ فعلی میں ہوتی ہے اور ایسے وقت میں خود کے افعال اور مخلوقات کے افعال اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور بجز ایک فعلِ فاعل حقیقی کے اس کی نظر میں اور کچھ بھی نہیں آتا، اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی ولایت کہتے ہیں، پس وہ سالک جو ولایت کی اس راہ سے اپنے مقصد میں داخل ہوتا ہے اس کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔ اور لطیفۂ روح کی فنا حضرتِ حق سبحانہ تعالیٰ کی صفاتِ ثبوتیہ میں ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں سالک اپنی صفات کو خود اپنے سے اور تمام مخلوقات کی صفات سے منفی کر کے حق سبحانہ سے منسوب ہو جاتا ہے اور سالک جب وجود کی جو تمام صفات کی اصل ہے اپنے آپ سے اور تمام ممکنات سے بھی نفی کر کے بجز حضرتِ حق سبحانہ کے اور کسی کے لئے اثبات نہیں کرے گا تو اس وقت خواہ مخواہ توحیدِ وجودی کا قائل و معتقد ہو جائیگا اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی ولایت قرار دیتے ہیں پس جو سالک کہ اس ولایت کے راستہ سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اس کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔

پس سالکے کہ ازیں راہ ولایت واصل خواہد شد، او را ابراہیمی المشرب می گویند۔ اگر سائلے سوال کند، کہ تو توحید وجودی را در لطیفہ روح کہ ولایتِ ابراہیمی ست ارقام نمودی با آنکہ حضرت خلیل علیہ السلام دائرہ نفی را بہ تمام و کمال طے فرمودہ، و ہیچ دقیقہ از دقائقِ شرک فرو نگذشتہ، لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ گویان متوجہ حضرت ذات مجردہ کہ ورا الورا ست گشتہ فرمودند اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ جوابِ آں بچند وجوہ گفتہ میشود۔ جواب اول آنکہ در لطیفہ روح اگرچہ توحیدِ وجودی منکشف شود، ولیکن ایں توحید نہ مثل توحید ست کہ در سیر لطیفہ قلب واضح شدہ بود، کہ آنجا وجود ممکنات را از غلبہ محبت وجود حضرتِ حق سبحانہ می یافت و اینجا وجود را کہ خیر محض و برکت صرف ست، غیر از حق سبحانہ را اثبات نمی کند، و ممکنات را عدم محض ناچیز صرف مے یابد، عدم را وجود انگاشتن و وجود را بر عدم محمول ساختن از کمالِ غلبہ سکر و بے شعوری ست[1]۔ بیت:

نہ آں ایں گردد و نے ایں شود آں   ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

جواب دوم آنکہ اُنس از خواصِ روح ست، سالک را دریں مقامِ اُنس خاص بحق سبحانہ پیدا می گردد، ضرورۃً[2] رُو از ہمہ بر تافتہ، متوجہ محبوب خود کہ حضرت ذات ست میشود۔ **جواب سوم** آنکہ ولایتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام ولایتِ کبریٰ ست، کہ در آنجا قرب اسماء، و صفات و شیونات حضرتِ حق است و مورد احوال آں ولایت لطیفہ نفس است و آنچہ دراں ولایت منکشف میشود۔

---

[1] پس شانِ شان ازیں توحید بدرجہا اعلیٰ و فوق ست۔ [2] پس آں شایان شانِ شان نبود بلکہ نقصان داشت اما ایں نہ چنیں ست۔ [3] دامر کہ بے اختیار از ایشاں در آید زیانے ندارد۔

اگر کوئی سوال کرے کہ تم نے توحیدِ وجودی کو لطیفۂ روح کے ذیل میں (جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولایت ہے لکھا ہے) حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دائرۂ نفی کو پوری طرح طے فرمالیا تھا اور شرک کے ہر دقیقہ سے کوئی ایک دقیقہ بھی باقی نہیں چھوڑا تھا (میں چھپ جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا) کہتے ہوئے حضرت ذاتِ مجردہ کی طرف جو وراء الوراء ہے متوجہ ہوکر فرمایا تھا (بیشک میں نے متوجہ کیا اپنا چہرہ اس کی طرف جس نے بنائے آسمان و زمین سب سے ایک طرف ہوکر اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں)۔ اس سوال کا جواب چند صورتوں میں دیا جاتا ہے۔

پہلا جواب: اگرچہ توحیدِ وجودی لطیفۂ روح میں ظاہر ہوجاتی ہے لیکن یہ توحید اس توحید کی طرح نہیں ہے کہ جو لطیفۂ قلب کی سیر میں واضح ہوئی تھی اور اس موقع پر ممکنات کے وجود کو حق سبحانہ کے وجود کی محبت کے غلبہ سے پایا گیا تھا اور اس جگہ وجود کو جو محض خیر ہی خیر اور برکت ہی برکت ہے سوائے حق سبحانہ کے اور کسی دوسرے کیلئے ثابت ہی نہیں کرتا اور ممکنات کو تو عدم محض اور بالکل ناچیز ہی اعتقاد کرتا ہے۔ عدم کو وجود خیال کرنا اور وجود کو عدم پر محمول کرنا سکر کے کمال غلبہ اور بے شعوری کی وجہ سے ہے: بیت

ہر اک مشکل یونہی ہوتی ہے آساں ۔۔۔ نہ وہ یہ ہے نہ یہ وہ ہے سمجھ لو

دوسرا جواب: یہ ہے کہ انس و محبت روح کی ایک خاص خاصیت اور لازمی صفت ہے، سالک کو اس مقام میں حضرتِ حق سبحانہ سے خاص انس پیدا ہوجاتا ہے اور وہ لازمی طور پر سب سے منہ پھیر کر اپنے محبوب یعنی ذاتِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔

تیسرا جواب: انبیاء علیہم السلام کی ولایت ولایتِ کبریٰ ہے اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات و شیونات کا قرب سالک کو میسر آتا ہے اور اس ولایت کے حالات کا محلِ ورود لطیفۂ نفس ہے اور اس ولایت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے

توحیدِ شہودی ست و معارفِ دیگرِ نہ توحیدِ وجودی کہ انکشاف آں در قرب ظلال اسماء و صفات ست، نہ عینِ آنہا و آنچہ ولایتِ لطائف عالم امر را منسوب بحضرات انبیاء علیہم السلام می فرمایند معنیش آنست کہ قربیکہ لطائفِ خمسہ عالم امر را حاصل می شود، ظلِ قربی ست کہ انبیاءؑ را در مقامِ اصل حاصل شدہ است مثلاً قربے کہ در لطیفۂ روح حاصل میشود ظلّ قرب ولایتِ خلیلی ست، وقس علیٰ ہذا۔

جوابِ چہارم آنکہ اگرچہ ولایت لطیفۂ روح ولایت خلیلی ست علیہ السلام لیکن در مقامِ نبوت آنحضرتؐ راشانے است کہ بعد از حضرت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم افضل انبیا شدہ اند، و معارف مقامِ نبوت بمعارف ولایت ہیچ مناسبتے ندارد، بلکہ صاحبِ مقامِ نبوت را از معارفِ توحیدِ وجودی ہزاراں ننگ و عارست۔

بر سرِ اصل سخن رویم و گوئیم کہ فنائِ لطیفۂ سر در شیوناتِ ذاتیہ حضرتِ حق می شود، و دریں مقام سالکِ ذاتِ خود را در حضرتِ حق سبحانہ مضمحل می یابد، و ولایت ایں لطیفہ را ولایتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام می گویند، پس سالکے کہ ازیں راہ ولایت واصل مقصود شود، او را موسوی المشرب خواہند گفت، و فنائِ لطیفہ خفی در صفاتِ سلبیہ او تعالیٰ ست دریں مقام سالک تفرید جناب کبریا از جمیع مظاہر می فرماید و ولایت ایں لطیفہ را ولایتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام می گویند، پس سالکے کہ ازیں راہ ولایت واصل می شود، او را عیسوی المشرب خواہند گفت۔ راقم گوید عفی عنہ در ابتدا مناسبتِ خود

وہ توحیدِ شہودی ہے اور اس کے معارف کا انکشاف، نہ کہ توحید وجودی۔ کیونکہ اس کا انکشاف اسماء وصفات کے ظلال کے قرب میں ہوتا ہے نہ کہ اسماء و صفات کے عین میں اور جو کچھ کہ لطائفِ خمسہ کی ولایت میں عالمِ امر کو انبیاء علیہم السلام سے جو نسبت دیتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ میں جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ اس قرب کا ظل ہے جو انبیاء علیہم السلام کو اس کی اصل کے مقام میں حاصل ہوا ہے۔ مثلاً وہ قرب جو لطیفۂ روح میں حاصل ہوتا ہے وہ ولایتِ خلیلؑ کے قرب کا ظل ہے وغیرہ۔ اور اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کرلیں۔

چوتھا جواب: یہ ہے کہ اگرچہ لطیفۂ روح کی ولایت خلیلی ولایت ہے لیکن نبوت کے مقام میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک خاص شان و بزرگی ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام کی نسبت افضل ہیں اور مقامِ نبوت کے معارف، ولایت کے علوم و معارف سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے بلکہ صاحبِ مقامِ نبوت کو تو توحیدِ وجودی کے علوم و معارف سے ہزاروں ننگ و عار ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لطیفۂ سرّ کی فنا حضرتِ حق سبحانہٗ کی شیوناتِ ذاتیہ میں ہے کیونکہ اس مقام پر سالک اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں مضمحل (نیست و نابود) پاتا ہے اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت کہتے ہیں۔ پس جو سالک اس راہ ولایت سے اپنا مقصود پا لیتا ہے اس کو موسوی المشرب کہتے ہیں ـــ اور لطیفۂ خفی کی فنا اللہ تعالیٰ کی صفاتِ سلبیہ میں ہوتی ہے۔ اس مقام پر سالک حضرتِ حق جل وعلا کو تمام مظاہر سے علیحدہ ممتاز پاتا ہے اور اس لطیفے کی ولایت کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کہتے ہیں پس جو سالک اس ولایت کے راستے سے واصل (باللہ) ہوتا ہے اسکو عیسوی المشرب

بحضرت عیسیٰ علیہ السلام دریافت کردہ مبدأ تعین خود را اسم المحیٔ معلوم کردہ بودم بعد از مدتِ بسیار بخدمتِ مبارک حضرت پیر دستگیرؒ خود عرض کردم کہ مناسبتِ خود بجناب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دریافت نمودہ ام، آنحضرت توجہ فرمایند کہ از ولایتِ عیسوی بولایتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم فائض شوم، آنحضرتؒ ارشاد کردند کہ ما توجہ می کنیم، تو نیز متوجہ باش، الحال از برکتِ توجہ ایشاں امیدوارم کہ ترقی شدہ باشد، و فنائے لطیفۂ اخفیٰ در مرتبہ شانِ الٰہی ست کہ جامع ایں ہمہ مراتب ست دریں مقام سالک متخلق باخلاقِ الٰہی میشود، بدانکہ حضرت امامِ ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہذیبِ لطائف جدا جدا می فرمودند لیکن فرزندِ گرامی آنحضرتؒ اعنی حضرتِ ایشاں محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و خلفائے ایشاں راہ کوتاہ ساختہ تہذیب لطیفۂ قلب فرمودہ بہ تہذیب لطیفۂ نفس می پردازند، کہ در ضمنِ ایں ہر دو لطیفہ لطائفِ اربعہ را تہذیبے بہم میرسد، لیکن جناب مبارک حضرت پیرِ دستگیر قلبی وروحی فداہ بہمہ لطائف توجہ می فرمایند، و بندہ را بمراقبۂ ہر یک لطیفہ جدا جدا نیز امر فرمودہ اند، چنانچہ مراقبۂ قلب را بایں طریق فرمودند، کہ قلب خود را مقابلِ قلبِ مبارک حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ بجنابِ الٰہی عرض باید کرد کہ فیضِ تجلیٔ افعالی کہ از قلبِ مبارک حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بقلبِ حضرت آدم علیہ السلام رسیدہ است، در قلبِ من برسد، و قلوب مشائخ کرام را کہ تا بحضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وسائطِ فیض اند بمانند عینک باید داشت و ہمچنیں لطیفۂ روح خود را

کہتے ہیں۔ راقم الحروف (مصنفؒ) کہتا ہے کہ شروع میں میں نے اپنی مناسبت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کر کے اپنے تعین کے مبدأ کا نام "المحی" معلوم کیا تھا۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد اپنے حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ میں اپنی مناسبت حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پاتا ہوں، اب حضور توجہ فرمائیں کہ ولایتِ عیسوی سے منتقل ہو کر ولایتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فائض المرام ہو جاؤں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم توجہ کرتے ہیں تم بھی متوجہ ہو جاؤ۔ امیدوار ہوں کہ حضرتؒ کی برکت سے ضرور ترقی ہوئی ہو گی ___ اور لطیفہ اخفیٰ کی فنا شانِ الٰہی کے اس درجے دمرتبے میں ہے جو ان سب مراتب پر مشتمل اور سب کا جامع ہے۔ اس مقام پر سالک اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے لطائف کی جدا جدا تہذیب فرمائی تھی لیکن حضرت کے فرزند گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ اور ان کے خلفاء نے اس راہ کو مختصر کر دیا اور لطیفۂ قلب کی تہذیب فرما کر لطیفۂ نفس کی تہذیب فرمائی ہے کیونکہ ان دونوں لطیفوں کے ضمن میں (بقیہ) چار لطیفوں کی تہذیب بھی بہم پہنچ جاتی ہے لیکن ہمارے حضرت پیر دستگیر (جن پر میرا قلب اور جان قربان ہو) تمام لطائف پر توجہ فرماتے ہیں اور اس عاجز کو ہر ایک لطیفے کے مراقبے کیلئے الگ الگ امر فرمایا ہے چنانچہ مراقبۂ قلب کو اس طریقہ پر فرمایا ہے کہ اپنے قلب کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے مقابل رکھ کر جناب الٰہی میں عرض کریں کہ تجلی افعالی کا وہ فیض جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں پہنچا ہے میرے قلب میں پہنچے۔ اور مشائخ کرام رحمہم اللہ کے قلوب جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک (سلسلہ رکھتے ہیں) فیض کا واسطہ اور ذریعہ ہیں انھیں عینک (آئینہ) کے مانند سمجھیں۔ اسی طرح اپنے لطیفہ روح کو

مقابلِ روحِ مبارکِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ بجناب الٰہی عرض نماید کہ فیضِ تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ کہ از روحِ مبارکِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بروحِ حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہما السلام رسیدہ است، در لطیفۂ روحِ من فائض شود، وہمچنیں لطیفۂ سرّ خود را مقابلِ سرِّ مبارکِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ عرض کند کہ الٰہی فیضِ شیوناتِ ذاتیہ حضرتِ حق کہ از لطیفۂ سرِّ مبارک پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم در سرِّ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام رسیدہ است در سرِّ من برسد، بعد ازاں لطیفۂ خفی خود را مقابلِ لطیفۂ خفی حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم دارد، وعرض کند کہ الٰہی فیضِ تجلیاتِ صفاتِ سلبیہ[1] کہ از خفی مبارکِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسیدہ است، در لطیفۂ خفیِ من فائض شود، من بعد لطیفۂ اخفیٰ خود را مقابلِ لطیفۂ اخفیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ عرض کند کہ الٰہی فیض تجلیاتِ شانِ جامع خود را کہ در اخفیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسانیدۂ در اخفیٰ من برساں، باید دانست کہ ولایت ایں لطائف ہمہ در دائرۂ ولایتِ صغریٰ میشود بلکہ ایں لطائف را عروج تا بدائرۂ اولیٰ ولایتِ کبریٰ[2] می شود، بدانکہ چنانچہ در دائرہ امکان مراقبۂ احدیت می کنند، ہمچناں در ولایتِ صغریٰ بمراقبۂ معیت کہ مفہوم آیہ شریفہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ است می فرمایند وتمام شدن سیر دائرۂ امکان را اگر کشفِ طالب دارد، خود خواہد دانست، با شیخ

---

[1] مانند آنکہ خداتعالیٰ از ہر عیب و نقصان پاک است نہ زمانی ست نہ مکانی نہ جسم دارد نہ مادہ وغیرہ وغیرہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ [2] کہ متضمن سہ دائرہ ویک قوس است ۱۲۔

ترجمہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ روحِ مبارک کے مقابل رکھ کر جنابِ الٰہی
میں عرض کریں کہ تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ کا فیض جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
لطیفۂ روح سے حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام کے لطیفۂ روح میں پہنچا ہے میرے
لطیفۂ روح میں پہنچا دے ـــــ اسی طرح اپنے لطیفۂ سر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے لطیفۂ سرّ کے مقابل رکھ کر یوں دعا کرے کہ بارِ الٰہا اپنے شیوناتِ ذاتیہ کا فیض
جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ سرّ سے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
کے لطیفۂ سر میں پہنچا ہے میرے لطیفۂ سر میں پہنچا دے ـــــ اس کے بعد اپنے لطیفہ
خفی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ خفی کے مقابل تصوّر کر کے عرض کریں کہ
الٰہی اپنی تجلیاتِ صفاتِ سلبیہ کا فیض جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ خفی
سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفۂ خفی تک پہنچا ہے میرے لطیفۂ خفی میں پہنچا دے۔
ـــــ اس کے بعد اپنے لطیفۂ اخفیٰ کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
مقابل خیال کر کے عرض کریں کہ الٰہی اپنی تجلیاتِ شانِ جامع کا فیض جو حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے لطیفۂ اخفیٰ میں تو نے پہنچایا ہے میرے لطیفۂ اخفیٰ میں پہنچا دے۔

جاننا چاہیئے کہ ان تمام لطائف کی ولایت بھی ولایتِ صغریٰ کے دائرے
میں حاصل ہوتی ہے بلکہ ان لطائف کو ولایتِ کبریٰ کے پہلے دائرے تک عروج
حاصل ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح دائرۂ امکان میں مراقبۂ احدیت کرتے ہیں، اسی
طرح ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں مراقبۂ معیت کے وقت آیۃ شریفہ (اور وہ تمہارے
ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) کے مفہوم کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور دائرۂ امکان کے سیر کی
تکمیل اگر کشف رکھتا ہو تو خود ہی اپنے کشف کے ذریعے معلوم کر لے گا، ورنہ
اس کا شیخ صاحبِ کشف اس کو متنبہ کر دے گا۔ اور اگر دونوں کشف نہ رکھتے ہوں
تو طالب کو چاہیئے کہ اپنے قلب کی جمعیت کو ملاحظہ کرے۔ اگر خطرات نہ ہوں یا

صاحبِ کشف خواہد گفت، واگر ہر دو کشف ندارند پس باید کہ جمعیتِ قلبِ طالب خود را ملاحظہ نمودہ باشد، اگر بے خطرگی یا کم خطرگی کہ خطرہ مانع حضور نشود، تا چہار گھڑی کامل برسد، پس مراقبۂ معیت شروع باید نمود و معیّتِ او تعالیٰ را با خود و ہمہ لطائف و عناصرِ خود بلکہ با ہر ذرہ از ذراتِ ممکنات ملحوظ باید داشت، تا معیتِ بے چونی او تعالیٰ با دراکِ بے چون مدرک شود، و جہاتِ ستہ را احاطہ نماید و توجہ و حضور کہ پیدا شدہ بود زود باضمحلال آرد، آں وقت شروع در ولایتِ کبریٰ کہ ولایتِ انبیاء کرام علیہم السلام ست و دائرۂ اسماء وصفات و شیونات حضرتِ حق ست می فرمایند۔

فصل: در بیانِ ولایتِ کبریٰ کہ فنا انا و لطیفۂ نفس ست

باید دانست کہ چوں اسرارِ توحیدِ وجودی و سرِّ معیّت بریں ذرۂ بمقدار وُرود نمودند، چناں دریافت شد کہ از عرشِ مجید[1] بل فوق آں تا ثریٰ نورِ بے محیطِ خود محیط ہر ذرۂ ممکنات دیدم و رنگ آں نور بسبب بے رنگی بسیاہی مناسبت داشت و مصداق[2] وَكَانَ اللّٰهُ فِي عَمَاءٍ[3] بود، و درانِ استغراق حاصل شد و بعضے از اسرار و علوم ایں مقام واضح گشت، تا آنکہ بتاریخ پانزدہم[4] شہر ربیع الاول از[5] ہماں سال کہ بندہ در حضور حاضر شدہ بود، و از وقت ابتدائے توجہ تا ایں ہنگام عرصہ دو ماہ و پنج روز گذشتہ بود، حضرت پیر دستگیر مدظلہم العالی توجہ بر لطیفۂ نفس بندہ فرمودند،

---

[1] یعنی فوق تحت قدام خلف یمین و یسار۔ [2] قال اللہ تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استویٰ لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض وما بینہما وما تحت الثریٰ۔ [3] یعنی و ایں ذرہ بمقدار مصداق ایں حدیث بود و دراں ہم [4] و ہذا قطعۃ من حدیث طویل رواہ الترمذی۔ [5] یعنی سنہ یکہزار و دو صد و بست پنجم ۱۲۲۵ھ۔ ۱۲

اسقدر کم ہوں کہ چار گھڑی تک حضور اور جمعیت کے مانع نہ ہوں تو یہ مراقبۂ معیت شروع کریں اور اللہ تعالیٰ کی معیت کو اپنے ساتھ اور اپنے لطائف و عناصر کے ساتھ ملحوظ رکھیں تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے چونی کی معیت بے چونی کے ادراک کے ساتھ معلوم ہو سکے اور جملہ شش جہات کا احاطہ کر لے اور جب توجہ اور حضوری پیدا ہو تو اپنا منہ اضمحلال (نیستی) کی جانب پھیرے، اس وقت ولایتِ کبریٰ کے دائرے میں سیر شروع کرے کہ یہ انبیاء کرام کی ولایت ہے اور یہی اللہ پاک کے اسماء و صفات و شیونات کا دائرہ ہے۔

فصل: ولایتِ کبریٰ کے بیان میں جو کہ لطیفۂ نفس و انا کی فنا کا نام ہے۔

جاننا چاہیے کہ جب توحیدِ وجودی کے اسرار اور معیتِ حق کے راز کی سیر اس عاجز پر وارد ہوئی تو اب معلوم ہوا کہ عرشِ مجید سے بلکہ اس کے فوق (اوپر) سے لے کر تحت الثریٰ تک ایک نور ہے جو مجھ کو اور ممکنات کے ہر ذرہ کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس نور کا رنگ اس کی بے رنگی کی وجہ سے سیاہی سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور "تھا اللہ تعالیٰ بدلی میں" کے مصداق اس میں مجھے استغراق حاصل ہوا اور اس مقام کے بعض اسرار اور علوم بھی واضح ہوئے یہاں تک کہ اسی سال پندرہ ربیع الاول (۱۲۲۵ھ) کو کہ جب سے میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابتدا توجہ سے اس وقت تک دو ماہ پانچ روز کا عرصہ گذر چکا تھا، حضرت پیر دستگیر مدظلہ العالی نے اس عاجز کے لطیفۂ نفس پر توجہ فرمائی اور اسی توجہ میں میں نے دیکھا کہ ایک نور مثل آفتاب کے میرے لطیفۂ نفس کے مطلع سے طلوع ہوا اور اس سیاہ نور کو جسے میں حضرت ذاتِ حق سمجھ رہا تھا معدوم و منتشر ہو گیا حتیٰ کہ اس نور کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ اور میں نے دیکھا کہ ممکنات کا وجود

دریں ہماں توجہ دیدم کہ آفتاب وارے (نورے مانند آفتاب) از مطلعِ نفس طلوع نمود، وآں نورِ سیاہ
کہ ذات حضرتِ حق می فہمیدم، از ہم ریخت حتیٰ کہ نام ونشانِ آں نور نماند
دیدم کہ وجودِ ممکنات کہ در نورِ سیاہ معدوم و مضمحل (نابود وگم گردیدہ) دریافت (معلوم) می شد، باز ظہور
نمود، مانند وجود ستارہا در شعشعانِ انوارِ آفتاب، لیکن در سیرِ قلبی تیزیٔ بصر
ایں قدر نبود، کہ در وجود ممکن و واجب تمیز تواں کرد، لہٰذا قائل باتحاد شدہ بود،
چونکہ در سیرِ ولایتِ کبریٰ کہ ولایتِ انبیاء ست، ومقامِ صحو وہوشیاری ست
حدتِ (تیزی) نظر عنایت کردند، دیدم کہ وجودِ ممکنات البتہ ثبوتے واستقرارے
دارد، لیکن وجودِ اشیاء وجودِ ظلّی دریافت (معلوم) شد کہ پرتوے از وجودِ الٰہی بر اعدام
تافتہ، آنرا موجود ساختہ است، وہمچنیں صفاتِ ممکنات پرتوے از صفاتِ او
سبحانہ مشہود گردید، نہ عینِ آنہا وہمیں ست معنیٔ توحیدِ شہودی کہ در لطیفۂ نفس
مشہود می شود، ازیں جا معنیٔ اقربیتِ او تعالیٰ دریاب وفرقِ دیگر درمیانِ
معیت واقربیتِ او بشنو، کہ غایتِ معیت اتحاد ست، وکمالِ اقربیت در
اثنینیت لیکن اگر وجود در ممکن نمودار ست، مستفاد از حضرتِ حق ست سبحانہ،
نہ از خود، واگر صفات ظاہر گشت، ہم از آنجناب ست وحقیقتِ او (ممکن) عدم ست،
کہ مشارٌ الیہ ہیچ اشارت نمی تواند شد واشارتِ انا وانت بر وجود خواہد یافت،
نہ بر عدم پس ازیں تحقیق معلوم شد کہ وجودِ اصل نسبت بوجودِ ظل بظل
نزدیک تر ست، زیرا کہ ظل ہرچہ دارد، از اصل دارد، نہ از خود واگر بر وجودِ خود
نگاہ می کند، پرتوے از اصل می یابد نہ از خود، واگر بصفاتِ خود نظر می اندازد،
ہم نور از صفاتِ اصل می بیند، لاجرم باقربیتِ اصل اقرار خواہد نمود،

معنیٔ توحیدِ شہودی ومعنیٔ اقربیتِ او تعالیٰ وفرق درمیان معیت واقربیت

جو اس نورِ سیاہ میں معدوم و مضمحل معلوم ہوتا تھا وہ پھر ظاہر ہوا، ایسا کہ جیسے ستاروں کا وجود نورِ آفتاب کی شعاعوں میں۔ لیکن سیرِ قلبی میں نظر کی تیزی اس حد تک نہ تھی کہ ممکن اور واجب کے وجود میں تمیز کی جاسکے، لہذا میں وحدتِ وجود کا قائل ہوگیا تھا۔ چونکہ ولایتِ کبریٰ کی سیر میں جو انبیاء علیہم السلام کی ولایت اور صحو و ہوشیاری کا ایک مقام ہے اس لئے نظر کی تیزی عنایت کی گئی اور میں نے دیکھا کہ ممکنات کے وجود کے لئے ضرور ایک نوع کا ثبوت و استقرار ہے لیکن اشیاء کا وجود ظلی وجود معلوم ہوا۔ جس کو وجودِ الٰہی کے پرتو نے اعدام پر عکس ڈال کر ان کو موجود بنا دیا ہے۔ اسی طرح سے ممکنات کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کا پرتو بن کر شہود میں آئیں، وہ اللہ تعالیٰ کی عین صفات نہیں ہیں اور یہی توحیدِ شہودی کے معنی ہیں جس کا مشاہدہ لطیفۂ نفس میں ہوتا ہے، اسی مقام سے اللہ تعالیٰ کی اقربیت کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ اور دوسرا فرق اللہ تعالیٰ کی معیت اور اقربیت میں یہ ہے۔ سن لو کہ معیت کی انتہا اتحاد (وحدتِ وجود) ہے اور اقربیت کا کمال اثنینیت (دوئی) میں ہے۔ لیکن اگر ممکن کا وجود ظاہر ہوتا ہے تو وہ از خود اللہ تعالیٰ سے استفادہ کئے ہوئے ہے نہ کہ خود اس کے اپنے پاس سے، اور اگر اس کی صفات ظاہر ہوئی ہیں تو وہ بھی اسی کی طرف سے ہے۔ اس کی اپنی حقیقت تو دراصل عدم ہی عدم ہے کیونکہ اس کے متعلق کوئی نشان دہی نہیں ہوسکتی اور اَنَا (میں) اور اَنْتَ (تو) کی نشاندہی وجود پر ہوگی نہ کہ عدم پر۔ پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اصل کا وجود ظل کے وجود کی نسبت ظل کے بہت زیادہ نزدیک ہے کیونکہ ظل کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اصل کی وجہ سے ہے از خود نہیں اگر وہ اپنے وجود پر نگاہ کرے تو وہ اصل کا ایک پرتو نظر آئے گا از خود کچھ نہیں۔ اور اگر اپنی صفات پر نظر ڈالے تو اصل کی صفات کا نمونہ معلوم ہوگا اور بیشک اصل کی اقربیت کا اقرار کرے گا۔ کیونکہ ظل کو جو قرب حاصل ہوا ہے وہ اصل کے وجود

چہ قربیکہ ظل را بخود پیدا گردیدہ است از باعثِ وجودِ اصل است، پس اصل اقرب آمد بظل از وجودِ او اگرچہ بیانِ اقربیت در تقریر نمی گنجد، و در تحریر راست نمی آید، چہ عقلِ ناقص در ادراک نزدیک تری را از خود عاجز ست، لیکن این معاملہ ورائِ طورِ عقل ست، موقوف بر انکشافِ تام ست، باید دانست کہ دائرۂ ولایتِ کبریٰ متضمن سہ دائرہ و یک قوس ست، یعنی نیمہ دائرہ در دائرۂ اولیٰ از دوائرِ ثلثہ، ولایتِ کبریٰ سیر اقربیت و توحیدِ شہودی منکشف می شود و نصفِ سافل این دائرہ متضمن اسماء و صفاتِ زائدہ است و نصفِ عالی آں مشتمل بر شیوناتِ ذاتیہ تا این دائرہ عروج لطائفِ خمسہ عالم امر میشود، و مورد فیض این دائرہ لطیفۂ نفس ست، با شرکت لطائف مذکورہ و درین دائرہ مراقبۂ اقربیت یعنی مفہوم آیہ شریفہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ خیال می کند، چوں از دائرۂ اقربیت عروج واقع خواہد شد سیر در دائرۂ اصل خواہد افتاد، و از دائرۂ اصل بدائرہ اصلِ اصل ترقی خواہد نمود و از اصلِ اصل باصلِ ثالث کہ عبارت از قوس ست سیر خواہد کرد، و درین دوم دائرہ کمال استہلاک و اضمحلال حاصل میشود، وچوں حضرت پیر دستگیر درین دوائر برایں بندہ توجہ فرمودند، دیدم کہ میزابِ نور بیرنگ ازین دوائر بر لطیفۂ نفسِ من بشدت تمام ریختند کہ وجود و ہستی مرا مثلِ نمک کہ در آب افتد تمام گداخت

قوسِ اصلِ اصلِ اصل
دائرہ ثالث اصلِ اصل
دائرہ ثانی اصل
نصف عالی دائرہ اولی نصف سافل
اسماء و صفاتِ زائدہ

ـــــ یعنی نصف سافل و نصف عالی دائرہ اولیٰ ۱۲
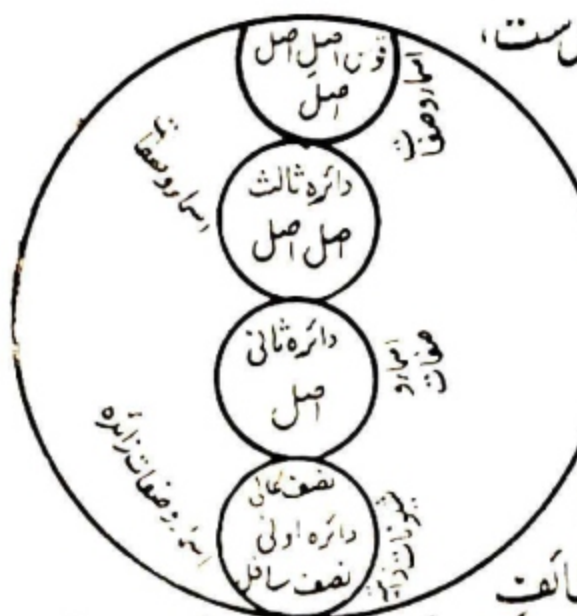
کی وجہ سے ہے، پس ظل کے لئے اصل اس کے وجود میں اقرب ہے، اگرچہ اقربیت کا بیان تقریر میں نہیں سما سکتا اور تحریر میں بھی ٹھیک نہیں آسکتا کیونکہ ناقص عقل اپنے سے زیادہ قریب کی چیز کا ادراک کرنے سے عاجز ہے لیکن یہ معاملہ تو عقل کے قانون سے دور اور کامل انکشاف پر موقوف ہے۔

جاننا چاہئے کہ ولایتِ کبریٰ کے دائرے میں تین دائرے اور ایک قوس ہے یعنی آدھا دائرہ اور ولایتِ کبریٰ کے تین دائروں میں سے پہلے دائرے میں اقربیت کی سیر اور توحیدِ شہودی ظاہر ہوتی ہے۔ اس دائرے کے نیچے کا نصف حصہ اسماء و صفاتِ زائدہ پر مشتمل ہے اور اوپر کا نصف حق سبحانہ کے شیوناتِ ذاتیہ پر مشتمل ہے اس دائرے تک عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کا عروج ہوتا ہے اور اس دائرے کا موردِ فیض لطیفۂ نفس ہے جس میں لطائفِ مذکورہ بھی شریک ہیں۔ اس دائرے میں مراقبۂ اقربیت یعنی آیتِ شریفہ (ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) کا تصور (خیال) کرتے ہیں۔ اور سالک کو جب دائرۂ اقربیت سے عروج ہوگا تو اس کی سیر اصل کے دائرے میں ہوگی اور دائرۂ اصل سے اصل کی اصل کے دائرے میں ترقی ہوگی۔ اور اصل کی اصل سے تیسری اصل میں یعنی قوس کی طرف سیر ہوگی۔ اور اسی پہلے دائرے کے نصف تحتانی و نصف فوقانی میں استہلاک و اضمحلال پورا حاصل ہوجاتا ہے۔

جب حضرت پیر دستگیرؒ نے ان سہ گانہ دائروں میں مجھ عاجز پر توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ ان دائروں سے میرے لطیفۂ نفس پر بے رنگ کے نور کا ایک پرنالا بڑی شدت سے گرایا گیا ہے اور میری ہستی کا تمام وجود گھل گیا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے حتیٰ کہ میرے وجود کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور عین و اثر کے زوال کا مقام میسر ہوگیا۔

ستی کہ نام ونشان از وجودِ من باقی نماند، وزوالِ عین واثر میسر شد، واطلاق لفظِ انا بر خود متعذر دانستم ومَوردے برائے انا نیافتم، حتی کہ در دریائے عدمیت فرو رفتم، کہ ناپید کنار بود، بہ یقین معلوم گردید، کہ حقیقتِ فنا دریں ولایت میسر می شود، وآنچہ در ولایتِ سابق بود، صورتِ فنا بود، ودریں دونیم دائرہ مراقبۂ محبت یعنی مفہوم آیۂ کریمہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ می کنند، ودریں دوائر مورد فیض لطیفۂ نفس ست کہ عبارت از انائے سالک ست، بدانکہ مراقبۂ ایں دوائر بایں طریق می کنند کہ خود را بخیال داخل آں دائرہ کردہ لحاظ میفرمایند کہ فیضِ محبت از دائرۂ اصل اسماؤ صفات بر لطیفہ انائے من وارد می شود وہمچنیں از دائرۂ اصلِ اصل فیضِ محبت بر انائے من ورود می کند، وہمچنیں از قوس کہ اصلِ ثالث ست، فیضِ محبت بریں لطیفہ می آید، ودریں دوائر تہلیلِ لسانی[1] بلحاظ معنی نیز مفید می افتد۔

راقم گوید، عفی عنہ کہ بندہ را بتوجہ پیر دستگیر جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاہُ کشف ایں دوائر نیز شدہ است، آنچہ مابہ الامتیاز ایں دوائر دریافتہ ام. قلت وکثرتِ، انوار بضعف وقوت در عرض وطول وبیرنگی نسبتِ فوق ست بما تحتِ خود ونیز درویشانے را کہ توجہ دریں دوائر کردہ ام، اکثرے را کشفِ ایں دوائر حاصل شدہ است وعلامت قطع شدن ہر دائرہ وتمام شدنِ او آنست کہ دائرہ مثل قرصِ آفتاب بر سالک مکشوف می شود، ہر قدر از دائرہ کہ قطع میشود، ہماں قدر از دائرہ نورانی بکمالِ شعشعان ہویدا میگردد وآں قدر از دائرہ کہ قطع نشدہ است، مانند آفتاب کہ در وقتِ کسوف بے نور می نماید معلوم می شود

---

[1] بزبان لا الہ الا اللہ گفتن ۱۲

اور لفظِ آنا کا اطلاق میں نے اپنے اوپر بہت ہی دشوار سمجھا بلکہ آنا کیلئے مجھے کوئی مورد نہ ملا۔ حتی کہ میں عموم کے دریائے ناپیدا کنار میں ڈوب گیا۔ اس وقت مجھے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ فنا کی حقیقت تو اسی ولایت میں حاصل ہوتی ہے اور جو کچھ پہلے کی ولایت میں حاصل ہوا تھا وہ صرف فنا کی صورت تھی۔ اور اس دو نیم دائرے (پہلے دائرے کے نصفِ تحتانی اور نصفِ فوقانی) میں مراقبہ محبت یعنی آیت (وہ دوست رکھتا ہے اُن کو اور وہ دوست رکھتے ہیں اس کو) کے مفہوم کا خیال کرتے ہیں۔ اور ان دائرُوں میں موردِ فیض وہی لطیفۂ نفس ہے کہ جس سے سالک کا آنا مراد ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ان دائروں میں مراقبہ اس طریقے سے کرتے ہیں کہ خود کو اپنے خیال میں اس دائرے کے اندر داخل کر دیتے ہیں اور لحاظ و تصور کرتے ہیں کہ اصل اسماء وصفات کے دائرے سے میرے آنا پر محبت کا فیض وارد ہو رہا ہے اور اسی طرح توس (دائرہ اصل الاصل) سے جو کہ اصلِ ثالث ہے اس لطیفہ پر محبت کا فیض آرہا ہے۔ اور ان دائروں میں تہلیلِ لسانی (کلمۂ توحید کا زبانی ذکر) بلحاظ معنی بھی مفید ہوتا ہے۔ راقم (مصنف) کہتا ہے کہ مجھے حضرت پیر دستگیر (میں ان پر قربان) کی توجہ سے ان تینوں دائروں کا کشف بھی ہوا ہے اور ان تینوں دائروں کی ایک دوسرے سے امتیاز و جدائیگی میرے علم میں عرض و طول کے اندر ضعف و قوت میں انوار کی کمی و زیادتی پر مبنی ہے و نیز ما تحت کی بہ نسبت نسبتِ فوق کے بیرنگ ہونے پر ہے۔ اور اپنے مذکورہ مکشوفہ دوائرِ سہ گانہ میں جن درویشوں کو میں نے توجہ دی اُن میں سے اکثروں پر یہ دائرے منکشف ہوئے۔ اور ہر دائرے کے قطع (طے) ہونے کی علامت یہ ہے کہ دائرہ سورج کی ٹکیا کی طرح صاف پر روشن ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر دائرہ قطع ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ نورانی ہو کر اپنی شعاعوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر دائرہ قطع نہیں ہوا ہوتا وہ اس سورج کی طرح

وعلامت تمام شدنِ دائرہ ولایتِ کبریٰ آنست، کہ معاملہ فیض باطن کہ بدماغ تعلق داشت بسینہ متعلق می شود، ایں وقت شرحِ صدر حاصل میگردد و وسعتِ سینہ آں قدر میشود، کہ از بیان خارج ست، اگرچہ در سیرِ قلبی وسعتِ قلب آں قدر شدہ بود کہ آسمانہائے متعدد درونِ قلبِ خود دیدہ بودم، و در قلبِ خود قلوب بسیار مشاہدہ نمودہ بودم، لیکن ایں وسعت فقط در قلب بود، و وسعتِ صدر کہ در ولایتِ کبریٰ حاصل می شود، شامل تمام سینہ عموماً و در محل لطیفۂ اخفیٰ خصوصاً می شود، وعلامت شرحِ صدر بطریق وجدان آنست کہ چون وچرا از احکامِ قضا مرتفع می شود، و دریں مقام نفسِ مطمئنہ می گردد، و بمقامِ رضا ارتقا می فرماید و در جمیع احوال راضی بقضا می ماند، اگر بعد قطع شدن ایں دوائر مراقبہ اسم الظاہر نماید، و موردِ فیض ایں مراقبہ لطیفۂ نفس و لطائفِ خمسہ عالَمِ امر خیال نماید، قوتے وعرضے در نسبتِ باطن پیدا می شود چنانچہ حضرت پیر دستگیر بندۂ خود را ایں مراقبہ تلقین فرمودہ بودند، و فوائد آنرا دریافتہ ام، و یاراں را ایں مراقبہ تلقین نمودہ ام، باید دانست کہ ہمچناں کہ ظلالِ اسماء وصفات مبادی تعینات خلائق اند، سوائے انبیاءِ کرام و ملائکہ عظام علیہم السلام و سیرِ ایں مراقبہ را مسمّٰی بولایتِ صغریٰ ساختہ اند، سیرِ ایں مرتبہ اسماء وصفات و شیونات را کہ مبادیٔ تعیناتِ انبیاءِ کرام اند، مسمّٰی بولایتِ کبریٰ می فرمایند، و مبادی تعیناتِ ملائکہ عظام کہ مسمّٰی بولایتِ عُلیا ست ہنوز درپیش ست۔

ز

معلوم ہوتا ہے جو گہن میں بے نور ہو۔ ولایتِ کبریٰ کے کامل دائرے کا طے ہونا اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ فیضِ باطن کا معاملہ جس کا تعلق دماغ سے ہے سینے سے متعلق ہو جاتا ہے اور اس وقت شرحِ صدر حاصل ہوتا ہے اور سینے میں اس قدر وسعت و فراخی حاصل ہو جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ سیرِ قلبی میں وسعتِ قلب اس قدر ہو چکی تھی کہ میں نے اپنے قلب میں متعدد آسمان دیکھے اور اسی میں بہت سے قلب بھی دیکھے۔ لیکن یہ وسعت فقط قلب ہی تک محدود تھی۔ اور وسعتِ صدر جو ولایتِ کبریٰ میں حاصل ہوتی ہے وہ عموماً تمام سینے میں اور خصوصاً لطیفۂ اخفیٰ کی جگہ برتی ہے اور شرحِ صدر کی پہچان وجدان کے طریقے میں یہ ہے کہ شرحِ صدر میں قضا و قدر کے احکام سے چون و چرا اور تمام اعتراضات اُٹھ جاتے ہیں اور اس مقام میں نفس بھی مطمئنہ ہو جاتا ہے اور عروج کرکے رضا کے ہر مقام پر وہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور تمام حالات میں قضا و قدر پر راضی ہو جاتا ہے۔ اگر سالک ان دائروں کے قطع کرنے کے بعد مراقبہ مسمیٰ الظاہر کرے اور اس مراقبے کے مورد فیض یعنی لطیفۂ نفس اور عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کا خیال کرے تو نسبتِ باطن میں بڑی قوت اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز کو اس مراقبے کی تلقین فرمائی ہے اور اس کے فوائد و نتائج بھی مجھ کو حاصل ہو گئے تھے۔ اور اب آپ کو اس مراقبے کی تلقین بھی کی ہے۔ جاننا چاہئے کہ جیسے اسماء و صفات کے ظلال سے تمام خلائق کے تعینات (سوائے انبیاء کرامؑ اور ملائکہؑ کے) کی ابتدا ہوتی ہے اس لئے اس مراقبہ کی سیر کو ولایتِ صغریٰ کہا گیا ہے اور اسماء و صفات و شیونات کے مراقبے کی سیر جو انبیاء کرامؑ کے تعینات کی ابتدا ہے ولایتِ کبریٰ کہی جاتی ہے اور ملائکۂ عظام کے تعینات کی ابتدا سے ولایتِ علیا کہتے

فصل: در بیان ولایتِ علیا و سیرِ عناصرِ ثلٰثہ سوائے عنصرِ خاک و فنا و بقائے آنہا

چوں در دوائرِ ولایتِ کبریٰ حضرت پیر دستگیر بریں کمترین غلامانِ خود توجہات فرمودند، احوال و کیفیاتِ ہر دائرہ بریں بندہ فائض شد، تا آنکہ توجہ برائے شرحِ صدر فرمودند، دیدم کہ معاملۂ دماغی متعلق بصدر شد، و وسعتِ سینہ را دریافتم از یازدہم جمادی الثانی از سالِ مسطور توجہ بر عناصرِ غلامِ خود فرمودند دیدم کہ عناصرِ ثلٰثہ را جذباتِ الٰہیہ در رسید و عروج واقع شد، و احوالِ لطیفہ و کیفیاتِ بیرنگ بر عناصر وارد شدند، و ایں عناصرِ ثلٰثہ را فنائے در ذاتیکہ مسمی الباطن ست، میسر شد، و اضمحلال و استہلاک ایں عناصر را دراں مرتبۂ مقدسہ حاصل گردید، و بقائے آں مرتبۂ متعالیہ میسر شد، و مناسبتے بملائکہ کرام بہم رسید، زیارت ایں بزرگواراں نیز میسر شد، و خود را داخل در مقامِ ایشاں یافت۔ بدانکہ سیر در ولایتِ صغریٰ و ولایتِ کبریٰ سیرِ در اسم الظاہر بود، و سیریکہ در ولایتِ علیا حاصل می شود، سیر در اسم الباطن ست، و فرقے درمیان اسم الظاہر و اسم الباطن آنست کہ در سیر اسم الظاہر تجلیاتِ صفاتی وارد می شود، بے ملاحظۂ ذات و در سیر اسم الباطن اگرچہ تجلیات اسماء و صفات ست، لیکن احیاناً ذات ہم مشہود می گردد، تعالت و تقدست و صورتِ مثالی ایں دائرہ از عنایت حضرت پیر دستگیر برایں فقیر منکشف گشت، دیدم کہ دائرہ ولایتِ علیا ظاہر شد، لیکن مانند خطوطِ

دائرہ
صفات
ولایتِ علیا

فصل: ولایتِ علیا اور عناصرِ ثلاثہ (آب آتش باد) کی سیر اور ان کی فنا اور بقا کے بیان میں

جب حضرت پیر دستگیرؒ نے ولایتِ کبریٰ میں اپنے اس غلام کو توجہ دی اور ہر دائرے کی کیفیات اور احوال مجھ پر وارد ہوئے حتیٰ کہ شرحِ صدر کے لئے توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ دماغ کا معاملہ اب سینے سے ہوگیا اور سینے کی وسعت بھی مجھ کو معلوم ہوئی۔ پھر اسی سال پندرہ تاریخ جمادی الثانی ۱۲۲۵ھ کو حضرتؒ نے اپنے اس غلام کے عناصر پر توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ تینوں عناصر (آب آتش باد) میں جذباتِ الٰہیہ کا گذر ہوا اور عروج پیدا ہوا، لطیف احوال اور بے رنگ کیفیات ان عناصر پر وارد ہوئیں اور عناصر کو اس ذات کے اندر فنا میسر ہوئی جو الباطن ہے۔ اور ان عناصر میں استہلاک اور اضمحلال اس مرتبہ ولایت کا حاصل ہوا اور اسی مرتبہ کی بقا بھی میسر ہوئی، ملائکہ کرامؑ سے مناسبت بھی پیدا ہوئی اور ان بزرگوں کی زیارت بھی حاصل ہوئی اور میں نے خود کو ان کے مقام میں داخل دیکھا۔

سمجھ لو کہ ولایتِ صغریٰ وکبریٰ کی سیر اسم الظاہر کی سیر میں تھی اور ولایتِ علیا میں جو سیر حاصل ہوتی ہے وہ اسم الباطن کی سیر ہے اور ان دونوں اسموں میں فرق یہ ہے کہ اسم ظاہر کی سیر میں ذات کا لحاظ کرنے کے بغیر ہی محض تجلیاتِ صفاتی وارد ہوتی ہیں اور اسمِ باطن کی سیر میں اگرچہ اسماء وصفات کی تجلیات بھی میسر آتی ہیں لیکن کبھی کبھی ذات تعالیٰ وتقدس بھی مشہود ہوجاتی ہے۔ اور حضرت پیر دستگیرؒ کی عنایت سے اس دائرے کی صورتِ مثالی بھی مجھ پر ظاہر کی گئی۔ میں نے دیکھا کہ ولایتِ علیا کا دائرہ ظاہر ہوا لیکن سورج کے کرنوں کے خطوط کی طرح حضرتِ حق کی اسماء وصفات نے اس

شعاعی آفتاب اسماء و صفات حضرتِ حق این دائرہ را احاطہ نمودہ لیکن احیاناً بے خطوط ہم آں دائرہ مشہود می شود، اما در کمال بے رنگی ظاہر می گردد، باز آں خطوطِ شعاعی روپوش می شوند۔ بدانکہ ولایتِ علیا مانندِ مغز است، و ولایتِ کبریٰ چوں پوست بلکہ ہر دائرہ تحتانی نسبت بدائرہ فوقانی ہمیں مناسبت دارد، مگر در کمالاتِ نبوت کہ نسبت بولایت ایں مناسبت ہم متصور نیست، و دریں دائرہ مراقبۂ ذاتی کہ مسمی الباطن ست، می نمایند و موردِ فیض دریں ولایت عناصر ثلثہ اند، سوائے عنصرِ خاک و تہلیلِ لسانی و صلوٰۃِ تطوع باطولِ قنوت ترقی بخش ایں مقام ست، و دریں مقام ارتکابِ رخصتِ شرعی ہم خوب نیست، بلکہ عمل بعزیمت دریں مقام ترقی می بخشد سرش آنست، کہ عمل برخصت آدمی را بطرف بشریت می کشد، و عمل بعزیمت مناسبتے بملکیت پیدا می کند، پس ہر قدر کہ مناسبت بملکیت زیادہ حاصل شود، ترقی دریں ولایت زود تر میسر آید و اسرار یکہ دریں ولایت حاصل می شود، مانندِ توحیدِ وجودی و شہودی نیست کہ چیزےؔ بہ بیان در آید بلکہ اسرار ایں ولایت لائق تر پوشیدہ داشتن را اند، و ہیچ وجہ قابلِ اظہار نیستند، خوش گفت: بیت

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در محفلِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

و اگر فی المثل چیزے گفتہ شود، عبارتے از کجا پیدا آید، کہ ایں اسرار را بیان نماید، دریافت ایں اسرار بدون توجہ شیخ کہ دریں ولایت تحقق پیدا نمودہ و بایں اسرار فائض گردیدہ است محال ست، ایں قدر وامی نمائم، کہ دریں وقت باطن سالک مظہر مسمی الباطن می شود فہم من فہم۔ و دریں ولایت

لے یعنی آں اسرار بایں مشابہ نیست کہ چیزے از آنہا در بیان آید، و بہ بیان نرسد ۱۲

دائرے کا احاطہ کر لیا تھا، البتہ کبھی کبھی وہ دائرہ بغیر خطوط کے بھی مشہود ہوتا ہے۔ لیکن کمال بے رنگی میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ روشن اور چمکدار خطوط پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔

سمجھ لو کہ ولایتِ علیا مثل مغز کے ہے اور ولایتِ کبریٰ مثل پوست کے بلکہ ہر نچلا دائرہ اوپر والے دائرے کے مقابلے میں یہی مناسبت رکھتا ہے لیکن کمالاتِ نبوت میں نہیں کیونکہ اُن میں اِن ولایات کی نسبت نہیں ہوتی۔ اور اس دائرے میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو مسمی الباطن ہے اور اس دائرے میں موردِ فیض ان تین عناصر (آب آتش باد) کی ولایت ہے۔ اس میں تہلیلِ لسانی (کلمۂ توحید کا زبان سے ذکر کرنا) اور طویل قیام و قرأت والی نفلوں سے ترقی ہوتی ہے اور اس مقام میں بھی شریعت کی رخصت پر عمل کرنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ عزیمت پر عمل کرنے سے ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ رخصت پر عمل کرنے سے آدمی بشریت کی طرف کھینچ جاتا ہے، اور عزیمت پر عمل کرنے سے ملکیت سے مناسبت پیدا ہوتی ہے پس جس قدر ملکیت سے مناسبت بڑھے گی اسی قدر اس ولایت میں جلد ترقی حاصل ہوگی اور اس ولایت میں جو اسرار معلوم ہوتے ہیں وہ توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کی طرح نہیں ہیں کہ بیان میں آسکیں بلکہ یہ اسرار پوشیدہ رکھنے کے ہی زیادہ لائق ہیں اور کسی طرح بھی اظہار کے قابل نہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: بیت

مصلحت ہی نہیں پردے کو کھلیں اسرار ورنہ رندوں میں کوئی بات چھپی رہی ہے

اور بالفرض کسی راز کے اظہار کا قصد بھی کیا جائے تو وہ الفاظ کہاں سے آئیں جن میں یہ اسرار بیان ہو سکیں اور ان اسرار کا معلوم کرنا بغیر اس شیخ کی توجہ کے ناممکن ہے جس نے اس ولایت میں کمال اتصاف پیدا کیا ہو اور ان اسرار کے فیض سے فیضیاب ہو چکا ہو۔ ورنہ ان اسرار کی دریافت تو بالکل محال ہے۔ میں صرف اسقدر ظاہر کر دیتا ہوں کہ

وسعتے در تمام بدن پیدا می شود و احوالِ لطیفہ بر تمام قالب می آید، چوں حضرت
پیر دستگیرؒ بر غلامِ خود توجہ تا ایں مقام فرمودند، بندہ را ضرورتے پیش آمد کہ
قصدِ رفتنِ رام پور کردم، و از جنابِ مبارک حضرتِ ایشاں استدعارِ خصت
کردم، بندہ را در مجمعِ اصحابِ خود خلعتِ خلافت مرحمت فرمودند، و ملبوسِ
خاص کہ کلاہ و قمیص و عصا و سجادہ است، عطا کردند و بدستِ خویش
کلاہِ مبارک بر سرِ بندہ نہادند، و قمیص در بر پوشانیدند، و ایں الفاظ زبانِ
شریف در آوردند، کہ چنانچہ حضرت میرزا صاحبؒ قبلہ مرا بخلافتِ خویش
ممتاز فرمودند، ما ہمچناں ترا اجازتِ طریقہ عطا کردیم، باز ارشاد کردند، کہ
ترا در نسبتِ خاندانِ قادری و چشتی توجہ می فرمائیم، و بندہ را برابر زانوئے
مبارکِ خویش بہ نشانیدند، و عالمینِ ربانی و عارفینِ سبحانی اعنی حضرت مولانا
خالد رومیؒ و حضرتِ مولوی بشارت اللہ بہرائچیؒ را کہ از قدوۂ اصحاب و از
خاص احبابِ حضرتِ ایشاں اند قریب بندہ بنشانیدند، اول فاتحہ حضرت
غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ، توجہ بہ نسبتِ قادریہ کردند در
دیدم کہ جنابِ مبارک حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف
ارزانی فرمودند و بطورے بر گردنِ غلامِ خود نشستہ اند کہ ہر دو پائے مبارک
آں حضرت برابرِ سینۂ من ہستند، و آں حضرت تاجِ مکلل بر سر و لباسِ فاخرہ
در بر دارند، و انوارِ مبارک آں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرا احاطہ نمودہ است
و در رنگِ نسبتِ آں حضرت رنگین گردیدم، من بعد حضرت پیر دستگیرؒ دستِ
مبارک بر زانوے بندہ زدہ فرمودند ترا در نسبتِ چشتیہ توجہ می کنم، آگاہ باش،

اس منزل میں سالک کا باطن اسم الباطن کا مصداق و مظہر ہو جاتا ہے (سمجھنے والے سمجھ گئے) اور اس ولایت کے وقت سالک کے تمام بدن میں وسعت و فراخی پیدا ہو جاتی ہے اور لطیفے کی کیفیت تمام جسم میں ہوتی ہے۔ جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اپنے اس غلام پر اس مقام کی توجہ فرمائی تو مجھے ایک ایسی ضرورت پیش آئی جس کی وجہ سے میں نے رام پور (ضلع مراد آباد) جانے کا قصد کیا اور حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمتِ مبارک میں رخصت کی درخواست کی، تو حضرتؒ نے اپنے اصحاب کے مجمع میں خلافت کا خلعت مرحمت فرمایا اور اپنا خاص ملبوس یعنی کلاہ و قمیص اور عصا اور سجادہ عنایت فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے میرے سر پر کلاہ رکھا اور قمیص پہنائی اور یہ الفاظ اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمائے کہ جس طرح حضرت میرزا صاحب قبلہؒ نے مجھے اپنی خلافت سے ممتاز فرمایا تھا اسی طرح میں نے بھی تم کو طریقہ کی اجازت عطا کر دی۔ پھر فرمایا کہ تم کو خاندانِ قادری و چشتی کی نسبت میں توجہ دیتا ہوں۔ پھر مجھ کو اپنے زانوئے مبارک کے برابر بٹھایا اور عالمِ ربانی و عارفِ سبحانی حضرت مولانا خالد رومیؒ اور حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب بہرائچی کو بھی جو حضرت پیر دستگیرؒ کے اونچے درجے کے مخلص احباب میں سے ہیں میرے قریب بٹھائے گئے۔ پھر آپ نے پہلے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر قادری نسبت میں توجہ فرمائی۔ اس مراقبہ میں میں نے دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے ہیں اور میری گردن پر اس طرح بیٹھے ہوئے ہیں کہ ان کے دونوں پاؤں میرے سینے کے برابر ہیں اور حضرتؒ ایک جڑاؤ مرصع تاج اپنے سر پر اور بدن پر نہایت فاخرہ لباس پہنے ہوئے ہیں اور آں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انوارِ مبارک مجھ کو گھیرے ہوئے ہیں اور حضرت کی نسبت کے رنگ سے میں رنگین ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے میرے زانو پر اپنا ہاتھ

لہ حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمہ کے نامی خلیفہ جن کی رتبہ تمام اور رسم وغیرہ میں نقشبندیہ خالدیہ کے نام سے سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔

و فاتحہ بارواحِ مبارک حضراتِ چشتیہ خواندہ متوجہ شدند، دیدم کہ حضرت
خواجہ خواجگان اعنی حضرت خواجہ معین الدینؒ وحضرت خواجہ قطب الدینؒ
وحضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ وحضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ
وحضرت مخدوم علاؤ الدین صابر چشتی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تشریف آوردند،
و نورِ نسبت ہر یکے ازیں اکابر جدا جدا معائنہ کردم، وآثارِ نسبتہائے ایں
اکابر در خود یافتم، دیدم کہ حضرت نظام الدینؒ بکمالِ محبوبیتے کہ دارند،
ظہور فرمودند، و در پائے مبارک آنحضرتؒ رنگِ حنا دریافتہ شد، چوں ایں
معاملہ گذشت، حضرت پیر دستگیرؒ فرمودند، کہ نسبت ایں اکابر جدا جدا
دریافتی، بندہ عرض کرد، کہ بلے از تصدق آنحضرت، اگر ارشاد شود جُدا جُدا
عرض نمایم، فرمودند خاموش، واِیں اَسرار از مردمان بپوش۔ واجازت نامہ
بدستِ خطِ خاص مزین بمہرِ خود فرمودہ بہ بندہ عنایت کردند، وآں اجازت نامہ
ایں ست، کہ بطریق اختصار ثبت نمودہ می شود

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد حمد و صلوٰۃ فقیر عبداللہ معروف غلام علی
عفی عنہ گذارش می نماید، کہ فضائل و کمالاتِ مرتبت صاحبزادہ والا نسب
حضرت حافظ محمد ابوسعید را اَسعَدَہُ اللّٰہُ فِی الدَّارَین اشتیاقِ کسبِ نسبتِ
باطنی آبار کرام خود رحمۃ اللہ علیہم پیدا شد، و رجوع بایں فقیر آوردند، برعایتِ
حقوق بزرگانِ ایشاں باایں ہمہ عدم لیاقتِ خود از اجابتِ مسئول چارہ
ندیدم، و توجہات بر لطائف ایشاں کردہ شد، بعنایتِ الٰہی بواسطہ پیرانِ کبار
رحمۃ اللہ علیہم در چندے لطائف ایشاں را جذباتِ الٰہیہ دررسید، زیرا کہ

مار کر فرمایا کہ اب تم کو نسبتِ چشتیہ میں توجہ دیتا ہوں، خبردار رہو، پھر ارواحِ مبارکہ حضراتِ چشتیہ کے لئے فاتحہ پڑھ کر توجہ فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدینؒ وحضرت خواجہ قطب الدینؒ وحضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ وحضرت سلطان المشائخ نظام الدینؒ اولیا وحضرت مخدوم علاؤالدین علی صابرؒ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم تشریف فرما ہیں اور ان اکابر میں سے ہر ایک کی نسبت کا نور میں نے جُدا جُدا دیکھا اور ان اکابر کی نسبت کے اثرات میں نے اپنے اندر پائے۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کمال محبوبیت کے ساتھ ظاہر ہوئے اور ان کے پائے مبارک میں مہندی لگی ہوئی معلوم ہوئی۔ جب یہ واقعہ گذر گیا تو حضرت پیر دستگیرؒ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے ان اکابر کی نسبت الگ الگ معلوم کرلی؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں حضور کے صدقے میں یہ سعادت حاصل ہوئی، اگر ارشاد ہو تو جُدا جُدا اس کا ذکر کروں۔ فرمایا: خاموش رہ، اور یہ اسرار لوگوں سے پوشیدہ رکھ اور اپنا خاص دستخطی اجازت نامہ اپنی خاص مہر سے مزیّن فرما کر بندہ کو عنایت فرمایا۔ اور وہ اجازت نامہ اختصار کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم: بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ گذارش کرتا ہے کہ فضائل وکمالات والے صاحبزادۂ عالی نسب حضرت حافظ محمد ابوسعید (اللہ اس کو دونوں جہان میں سعادتمند کرے) کو اپنے آباء کرام (خاندانِ مجددیہ) رحمۃ اللہ علیہم کی نسبتِ باطنی حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور انھوں نے اس فقیر سے رجوع کیا تو ان کے بزرگوں کے خیال سے لیکن اپنی عدم لیاقت کے باوجود ان کے سوال کو منظور کئے بغیر چارہ نہ دیکھ کر ان کے لطائف پر توجہ کی گئی، اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی اور پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم کے طفیل سے

معمول من ست، کہ توجہات بر لطائفِ خمسہ معامی کنم، وتوجہ وحضور با کیفیات وبعضے علوم واسرار ایشاں زادست داد، وآں توجہ استہلاکی یافت، ورنگے از فنا در باطنِ ایشاں طاری شد، وظہورِ پرتوے از توحیدِ حالی وافعالی عباد را از نظرِ ایشاں مستور گردانید، ومنسوب بحضرتِ حق سبحانہ یافتند، پس توجہ بر لطیفۂ نفسِ ایشاں کردہ شد، بہ عروج ونزولِ آں درانجا مستہلک آں حالت گشتند، وانتساب صفاتِ خود بحضرتِ حق سبحانہ یافتند وآنا را شکستگی رسید کہ اطلاق انا بر خود متعذر دانستند، ونورے از وحدتِ شہود بر باطنِ ایشاں تافت، ممکنات را مرایائے وجود توابع وجودِ حضرت حق سبحانہ شناختند، بعد ازاں توجہ والقائے انوارِ نسبت بر عناصرِ ایشاں کردہ می شود وجذبے وتوجہے عناصر را نیز دریافتہ است فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ وآنچہ دریں نوشتہ ام باظہار واقرارِ ایشاں مسطور شد، وایں ہمہ حالات وواردات ایشاں را من ہم دریافتہ ام، واصحابِ من ہم شہادتِ آں ہمہ عنایاتِ الٰہی سبحانہ، دربارۂ ایشاں دادند فالحمد للہ علیٰ ذلک، واز کرمِ کریم کارساز سبحانہ بواسطۂ مشائخِ کرام رحمۃ اللہ علیہم امیدوارم کہ بشرطِ التزامِ صحبت ترقیاتِ کثیرہ فرمایند، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ۔ پس دریں صورتِ ایشاں را اجازتِ تلقینِ طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ دادہ شد کہ تعلیم اذکار ومراقبات والقائے سکینہ درقلوبِ سالکان نمایند، بعنایتِ الٰہی سبحانہ وفاتحہ بارواحِ طیبہ مشائخ قادریہ وچشتیہ رحمۃ اللہ علیہم بجہت حصولِ توسل وایشاں باں کبرائے عظام وافاضۂ فیوض آں اکابر در باطنِ ایشاں نیز خواندہ شد، تا دریں دو طریقۂ علیہ

شیخ ابوسعید فاتحہ

تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے لطائف میں جذباتِ الٰہیہ پیدا ہوئے کیونکہ میرا معمول ہے کہ لطائف خمسہ پر اکٹھی (یکبارگی) توجہات کرتا ہوں چنانچہ توجہ، حضور معہ کیفیات اور بعضے علوم و اسرار بھی ان کو حاصل ہوئے اور اس توجہ سے ایک نوع کا استہلاک ان میں پیدا ہوا، اور ان کے باطن میں فنا کا رنگ ظاہر ہوا۔ اور توحیدِ حالی وافعالی کے پرتو کے ظہور نے بندوں کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور انھوں نے حضرت حق سبحانہٗ سے نسبت پائی۔ پس اُن کے لطیفۂ نفس پر توجہ دی گئی اور اس کے عروج و نزول سے ان کو اس مقام میں ان حالات کے اندر استہلاک ہوا۔ اور انھوں نے حضرتِ حق سبحانہٗ سے اپنی صفات کا انتساب پایا، اور ان کے آنا کو اس قدر شکستگی حاصل ہوئی کہ خود کے لیے آنا کے اطلاق کو دشوار جانا۔ اور وحدتِ شہود سے ان کے باطن پر نور آیا تو انھوں نے تمام ممکنات کو حضرت حق سبحانہٗ کے وجود کا تابع اور عکس پایا۔ اس کے بعد توجہ کی گئی اور ان کے عناصر پر انوار کا القا کیا گیا تو عناصر کا جذب اور توجہ بھی ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ اور جو کچھ بھی یہاں میں نے لکھا ہے ان کے اظہار و اقرار کے لئے لکھا ہے اور ان کے حالات و واردات کو میں نے خود بھی معلوم کر لیا ہے اور میرے اصحاب نے بھی ان کے بارے میں ان تمام عنایاتِ الٰہی کی شہادت دی ہے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ اور اللہ تعالیٰ کریم وکارساز کے کرم اور مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے طفیل سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ صحبت کو لازم کر لینے سے بہت زیادہ ترقیاں حاصل کر لیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ پس اس صورت میں ان کو طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ کی تلقین کی اجازت دیدی گئی کہ وہ حق سبحانہٗ کی عنایت و مہربانی سے ذکر اور مراقبے کی تعلیم اور سالکوں کے دلوں میں سکینہ و اطمینان القا کیا کریں اور مشائخ قادریہ وچشتیہ رحمۃ اللہ علیہم کی ارواحِ طیبہ کے ایصالِ ثواب کیلئے بھی فاتحہ پڑھی گئی تاکہ ان سلسلوں کے بزرگوں کا توسل حاصل کیا جائے اور ان کے فیوض و برکات سے باطن کو فائدہ حاصل ہو۔ اور ان دو

ہر کہ از ایشاں توسل خواہد بیعت از و گیرند، و شجرۂ ایں حضرت باو عنایت فرمایند و تلقین و تربیت بطریقۂ نقشبندیہ احمدیہ فرمایند، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ آمین۔ تَمَّ کَلَامُہُ الشَّرِیْفُ۔ و بعد از تمامی سلوک عبارتِ دیگر دریں اجازت نامہ افزودند انشاء اللہ تعالیٰ در جائے ازیں رسالہ اجازت نامہ را بجہتِ تبرک ایراد خواہم کرد۔

فصل، در بیانِ کمالاتِ ثلثہ اعنی کمالاتِ نبوت و کمالاتِ رسالت و کمالاتِ اولو العزم

چوں بعد چند ماہ از رامپور مراجعت نمودہ بہ قدمبوسی حضرت پیر دستگیر مشرف گردیدم، حضرتِ ایشاں از ماہِ ذیقعدہ از سالِ مسطور بر عنصر خاک غلام خود توجہ فرمودند، و فیضے از کمالاتِ نبوت کہ عبارت از تجلی ذاتی دائمی ست بریں لطیفہ وُرود فرمودند معارف ایں مقام فقدانِ ہمہ معارف ست، و نکارتِ ہمہ حالاتِ باطن و بے رنگی و

دائرہ کمالاتِ نبوت

بے کیفی نقدِ وقت می شود، و در ایمانیات و عقائد تو تہا پیدا می شود، و استدلالی بدیہی می گردد، و معارف ایں مقام شرائع انبیاء ست، دریں جا وسعتِ باطن آں قدر میشود، کہ وسعتِ جمیع ولایات چہ ولایتِ صغریٰ و چہ ولایتِ کبریٰ و چہ ولایتِ علیا در جنب ایں نسبت الی شئے محض و ضیقِ صرف ست، و در ولایات البتہ مناسبتے بایکدیگر یافتہ می شود، اگرچہ مناسبتِ صورت و حقیقت باشد، اما دریں جا آں نسبت ہم مفقود ست، و باوجودِ فقدان و نکارتِ

طریقوں میں بھی جو شخص چاہے ان سے بیعت کرے اور ان حضرات کا شجرہ بھی وہ دیکیں اور طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ کی تلقین ذریت فرمائیں۔ (اے اللہ ان کو پرہیزگاروں کا امام و پیشوا بنا دے) آمین۔ یہانتک ہمارے پیر دستگیر کا کلام تمام ہوا۔

اور سلوک کی تکمیل کے بعد اس اجازت نامہ میں حضرت پیر دستگیرؒ نے مزید عبارت بھی اضافہ فرمائی۔ انشاء اللہ اسی رسالہ میں کسی جگہ (صفحہ ۱۳۲ پر) پورا اجازت نامہ بطور تبرک درج کروں گا۔

فصل: کمالاتِ ثلثہ یعنی کمالاتِ نبوت و کمالاتِ رسالت و کمالاتِ اولوالعزم کے بیان میں

جب چند ماہ کے بعد رام پور سے واپس ہو کر حضرت پیر دستگیرؒ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا تو اسی سال کے ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ میں حضرت پیر دستگیرؒ نے میرے عنصر خاک پر توجہ فرمائی اور کمالاتِ نبوت کا فیض کہ جس سے مراد تجلی ذاتی دائمی ہے میرے اس لطیفہ پر وارد فرمایا۔ اس مقام کے معارف سے تمام معارف کا فقدان ہوتا ہے اور حالاتِ باطن کی نفی ہوتی ہے اور بے رنگی اور بے کیفیتی پیدا ہوتی ہے۔ اس مقام پر ایمانیات اور عقائد میں بھی ہر طرح کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور استدلالی علم بدیہی ہو جاتا ہے۔ اس مقام کے معارف انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں ہیں اور اس مقام میں باطن کی وسعت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ تمام ولایتوں کی وسعت و فراخی (خواہ وہ ولایتِ صغریٰ ولایت کبریٰ ولایتِ علیا ہو) اس کے سامنے بالکل لاشے اور بہت تنگ ہو جاتی ہے اور ولایتِ الٰہیہ میں باہم ایک قسم کی مناسبت پائی جاتی ہے اگرچہ صورت اور حقیقت میں کوئی مناسبت نہیں ہے لیکن اس جگہ وہ مناسبت بھی گم ہو جاتی ہے اور باطن کے حالات کی نفی کے باوجود اور یاس و ناامیدی اور اس کمی کے باوجود کہ سالک خود کو

حالاتِ باطن ویاس و دیدِ قصورِ کہ خود را از کافر فرنگ بدتر میداند، حقیقتِ وصلِ عریانی ایں جا حاصل ست، و پیش ازیں ہر وصلے کہ بود، داخلِ دائرہ وہم و خیال بود، سرابے بودہ آب نما کہ تشنۂ وصل آب را در آنجا غیر از حسرت و ندامت چیزے بدست نبود، بندہ را وقتیکہ از توجہات حضرت پیر دستگیر ایں مقام مکشوف گردید، معاملہ میسر آمد کہ شبیہ برویت بود، اگرچہ رویت نبود کہ موعود بہ آخرت ست، و برآں ایمان داریم، لیکن معاملہ کہ اینجا میسر می شود، نسبت بمشاہداتِ ولایت کالرویۃ ست، چنانچہ رویتِ آخرت مخصوص بعالمِ خلق ست ہمچناں معاملہ ایں جا نیز نصیب عالمِ خلق ست لطائف عالمِ امر اینجا لاشئے محض می گردند و ہمچنیں لطیفۂ نفس و عناصر ثلثہ در اینجا ناچیز می شوند، ایں معاملہ مخصوص بہ عنصرِ خاک ست، اگر عناصرِ دیگر را ازیں دولت نصیب ست، بہ تبعیت ایں عنصر لطیف ست، احکامِ شرائع واخبارِ غیب از وجودِ حق و صفاتِ او سبحانہٗ و ہمچنیں معاملہ قبر و حشر و ما فیہا و بہشت و دوزخ و غیرہا کہ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم ازاں خبر دادہ است دریں مقام بدیہی و عین الیقین می گردد، مثلاً اگر کسے گوید کہ حضرتِ حق موجود ست، ہیچ ریبے دراں نمی باید و محتاج ہیچ دلیلے نمی گردد مثل چیزے مرئی و اگر کسے گوید کہ زید موجود ست، در موجودیتِ زید محتاج بنظر و فکر می شود، و وجودِ حضرت حق سبحانہٗ مانند آئینہ میشود، و وجودِ اشیا مثل صور مرئیہ در آئینہ کہ وجود ایں صور در وہم و خیال ست و وجودِ آئینہ فی الواقع لیکن در آئینہ صوری اول صورت محسوس میشود، بعد ازاں آئینہ، و دریں جا

کافر فرنگ سے بھی زیادہ بدتر سمجھتا ہے۔ اسی مقام پر حقیقتِ وصل کھلے طور پر حاصل ہوتی ہے اور اس سے قبل جو وصل کہ ہوا تھا وہ وہم و خیال کے دائرے میں داخل تھا وہ ایک نوع کا سراب تھا جہاں پانی کا پیاسا حسرت و ندامت کے سوا کچھ بھی حاصل کر سکتا تھا۔

جب حضرت پیر دستگیرؒ کی توجہات سے مجھ پر یہ مقام ظاہر ہوا تو مجھے رویت کے مشابہ معاملہ نظر آیا حالانکہ وہ رویت نہیں تھی کیونکہ وہ تو آخرت کے لئے وعدہ کی گئی ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے، لیکن جو چیز یہاں حاصل ہوئی وہ ولایت کے مشاہدات کی نسبت بھی رویت ہی کی مانند ہے۔ جس طرح آخرت کی رویت، عالم خلق ہی سے مخصوص ہے اسی طرح یہاں بھی معاملہ عالم خلق سے ہے۔ عالم امر کے لطائف اس جگہ محض لاشئے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لطیفۂ نفس اور عناصر ثلاثہ بھی یہاں ناچیز ہو جاتے ہیں اور یہ معاملہ عنصر خاک کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اور اگر دوسرے عناصر کو دولت کچھ نصیب ہے تو وہ بھی اسی عنصر لطیف کے طفیل و تبعیت کی وجہ سے ہے۔ شریعت کے احکام اور غیب کی باتیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس سبحانہٗ تعالیٰ کے صفات، اسی طرح قبر، حشر و ما فیہا، دوزخ جنت وغیرہ جس جس امر کی مخبر صادق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے اس مقام پر ظاہر، بلا محتاج دلیل اور عین الیقین ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں پایا جاتا۔ اور اس میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جیسے مشاہدے کی چیز میں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کہے کہ زید موجود ہے تو زید کی موجودگی نظر اور فکر میں ہوتی ہے۔ حضرتِ حق سبحانہ کا وجود مثل آئینے کے ہو جاتا ہے اور اشیاء کا وجود آئینے میں نظر آنے والی صورتوں کی طرح ہوتا ہے۔ ان صورتوں کا وجود وہم و خیال اور آئینے کے وجود میں واقعی موجود ہے لیکن آئینے میں پہلے صورت محسوس ہوتی ہے اس کے بعد آئینہ اور اس مقام پر معاملہ برعکس ہے کہ پہلی نظر میں وجودِ آئینہ نظر آتا ہے پھر کہیں اشیاء کا وجود

بخلاف آنست کہ دراول نظر وجودِ آئینہ مرئی میشود، و وجودِ اشیاء بعد از دقتِ نظر، لہذا وجود حضرتِ حق سبحانہ بدیہی میشود، و وجودِ ممکنات نظری معاملہ عجیب تر بشنو کہ باوجودِ علو و بساطت و بے رنگیہائے ایں مقام وقتیکہ انکشاف تام درینجا حاصل می گردد، معلوم می شود کہ مقابلِ نظر ایں مقام بود، حیرت افزاید، کہ باوجود محاذی بودنِ ایں مقام و اقربیت آں دریں مدت چرا در نظر نمی آید، وچرا دیدہا را نمی کشادیم و درپسِ کوچہ ہائے لطائفِ عالمِ امر مقصود را می جستیم، طرفہ تر آنکہ برائے حصولِ ایں مقام اذکارے کہ در صوفیہ معمول ست ہیچ سود مند نیست، اما تلاوتِ قرآن مجید با ترتیل و ادائے صلوٰۃ با آدابِ آں و اذکارے کہ از حدیث شریف ثابت ست دریں مقام ترقی می بخشد، از شغل علمِ حدیث و اتباعِ سنن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم قوتے و تنویرے دریں مقام بہم می رسد و حقیقتِ سرِّ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی دریں دائرہ منکشف می شود، اگرچہ در ہر مقامِ سابق توہم ایں معرفت ناشی شدہ بود۔ لیکن آنجا معاملہ با ظلال یا صفات بود و اینجا با حضرتِ ذات ست تعالیٰ و تقدس تفصیلِ ایں معاملہ آنچہ بفہمِ قاصر ایں نافہم آمدہ است نوشتہ می شود بگوش ہوش استماع فرمایند، چوں سالک را فنا و بقا بصفاتِ واجبی کما ینبغی میسر شد، و صفات را با حضرتِ ذات قربے ست، کہ اطلاقِ لفظ لَا ہُوَ وَلَا غَیْرُہٗ[1] در آنجا کردہ اند، و سالک را از جہتِ فنائے کہ در مرتبہ صفات حاصل گشتہ ازیں قرب نصیب یافتہ، بقربِ قَابَ قَوْسَیْنِ قابل خواہد شد، وچوں در مرتبہ حضرتِ ذات فانی خواہد شد، و دراں مرتبہ بقا خواہد یافت، لاجرم بقربِ

---

[1] یعنی صفات حضرتِ حق نہ عین ذات اند و نہ غیر آں، غیر اینجا بمعنی مبائن گفتہ اند۔

دِقّتِ نظر کے بعد دکھائی دیتا ہے، لہذا حق سبحانہ کا وجود بدیہی ہو جاتا ہے اور اشیاء
ممکنات کا وجود نظری۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات سنئے کہ اس مقام میں بلندی اور
بساطت اور بے رنگی کے باوجود جس وقت اس مقام کا پورا پورا انکشاف حاصل ہوتا ہے
تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام تو بالکل نظر کے سامنے ہی تھا اس وقت حیرانی زیادہ بڑھ جاتی ہے
کہ باوجود محاذی و قریب تر ہونے اس مقام کے اتنی مدت تک کیوں نہیں نظر آیا اور
ہم نے کیوں نہیں آنکھیں کھولیں اور بیکار عالمِ امر کے لطائف کے کوچوں کے پیچھے اپنے
مقصود کو ڈھونڈتے رہے۔ اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ اس مقام کے
حصول کے لئے وہ اذکار جو صوفیوں میں رائج ہیں کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ لیکن
قرآن پاک کی تلاوت ترتیل کے ساتھ اور نماز پورے آداب کے ساتھ اور وہ اذکار
جو حدیث شریف سے ثابت ہیں اس مقام میں ترقی بخشتے ہیں۔ علمِ حدیث کے شغل
سے اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے اس مقام میں قوت اور
نورانیت پیدا ہوتی ہے اور قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے
بھی کم) کے راز کی حقیقت اس دائرے میں منکشف ہوتی ہے۔ اگرچہ پچھلے ہر مقام میں
اس معرفت کا توہم تو ضرور پیدا ہوا تھا لیکن وہاں ظلال و صفات کے ساتھ معاملہ
تھا اور یہاں تو خود حضرتِ ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہے۔ اس معاملہ کی تفصیل
جیسی کچھ اس نافہم کے فہم ناقص میں آئی ہے لکھی جاتی ہے گوشِ ہوش سے سنیں۔
کہ جب سالک کو صفاتِ واجبی میں جیسا کہ چاہئے فنا و بقا حاصل ہو گئی اور
صفات کو حضرتِ ذات کے ساتھ ایک ایسا قرب ہے کہ جس کو بلفظ لا ھو و لا غیرہ
سے تعبیر کرتے ہیں) اور سالک کو اس فنا کی وجہ سے جو اسے مرتبہ صفات میں حاصل ہوئی تو
اس قرب سے حصہ پاکر وہ قَابَ قَوْسَيْن کے قرب کے قابل ہو جائے گا اور حضرتِ ذات کے
مقام میں ذاتی ہو جائے گا اور اس مرتبہ میں بقا حاصل کر لے گا تو لا محالہ

او ذنیؔ تکلم خواہد نمود، وحقیقتِ ایں معاملہ موقوف بر کشف ست از تقریر وتحریر راست نمی آید، واگر دہم خداوندا کہ کسے چہ فہم نماید، وسرِ دنیؔ فتدلیٰ کہ دریں مقام مکشوف می شود ازاں ہم نازک ترست لہذا عنانِ قلم از میدانِ بیانِ آں برتافتہ کہ فہمِ عوام بلکہ فہمِ خواص ہم ازاں قاصرست. باید دانست کہ در تجلی ذاتی دائمی سہ مرتبہ اثبات کردہ اند، مرتبہ اولیٰ راکمالاتِ نبوت قرار دادہ اند چنانچہ بیانِ آں کردہ شد، ودریں جا مراقبۂ ذاتی کہ منشاءِ کمالاتِ نبوت ست می فرمایند، ومرتبۂ ثانیہ راکمالاتِ رسالت قرار دادہ اند، ودریں مراقبۂ ذاتی کہ منشاءِ کمالاتِ رسالت ست میفرمایند۔ وفیض ایں مقام برہیئتِ وحدانی سالک می آید، وہیئتِ وحدانی عبارت از

دائرہ
کمالاتِ رسالت

مجموعِ عالمِ امر وعالمِ خلق ست کہ بعد تصفیہ وتزکیہ ہرکدام راہیئتے دیگر پیدا شدہ است مثلاً چنانچہ شخصے خواہد کہ معجونے از ادویہ چند مختلف التاثیر درست سازد، اول ہریک را ازاں ادویہ جدا جدا کوفتہ وبیختہ می نہد، من بعد ہمہ ادویہ را در قوام قند یا عسل جمع بسازد وادویہ مذکورہ ہیئتے دیگر وخواص دیگر پیدا کردہ معجون نام می یابد، ہمچنیں لطائفِ عشرہ سالک یک ہیئتِ دیگر پیدا کردہ، دریں مقام ومقاماتِ فوقانی عروجاتِ کثیرہ می فرمایند، ودر ماہِ ذی الحجہ از عام مذکور حضرت پیر دستگیر برہیئتِ وحدانی ایں غلام خود توجہ کردند۔ وہمچنیں در ہر مقامِ فوقانی الیٰ آخر المقامات المجددیہ یک یک ماہ توجہ فرمودند، وفیضے از کمالاتِ رسالت ورود فرمودہ ودریں مقام کثرتِ انوارِ خود از مقامِ سابق ووسعتہا وبے رنگیہا ورود فرمودند،

او ادنی کے قرب کی بات کرے گا۔ اور اس معاملہ کی حقیقت کشف پر موقوف ہے تحریر و تقریر میں ہرگز نہیں آسکتی اور اگر کچھ بیان کروں تو خدا جانے کوئی کیا سمجھے۔ (لہٰذا اسی پر کفایت کرتا ہوں) ۔ باقی رہا دنی فتدلی (وہ جلوہ نزدیک ہوا اور خوب اتر آیا) کا راز بھی اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ تو قاب قوسین او ادنی سے بھی زیادہ نازک مسئلہ ہے اس لئے میں بیان کے میدان سے اپنے عنانِ قلم کو روک لیتا ہوں ۔ کیونکہ عوام بلکہ خواص کا فہم بھی اس سے قاصر ہے ۔

جاننا چاہیے کہ تجلی ذاتی دائمی میں تین درجے مقرر کیے گئے ہیں۔ پہلے درجے کو کمالاتِ نبوت کہا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اس درجے میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو کمالاتِ نبوت کا منشا ہے۔ دوسرا درجہ کمالاتِ رسالت کا ہے اور اس میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو کمالات رسالت کا منشا ہے ۔ اس مقام کا فیض سالک کی ہیئتِ وحدانی پر وارد ہوتا ہے ۔ اس ہیئتِ وحدانی سے مراد عالم امر اور عالم خلق کا مجموعہ ہے تصفیہ اور تزکیہ کے بعد ہر ایک کی ایک دوسری مجموعی ہیئت پیدا ہوگئی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص چاہے کہ مختلف التاثیر چند دواؤں کی ایک معجون مرکب تیار کرے تو وہ ہر دوا کو الگ الگ کوٹ چھان کر رکھ لیتا ہے اس کے بعد سب دواؤں کو شکر یا شہد کے قوام میں ملا دیتا ہے۔ اس طرح ان دواؤں کی ایک دوسری ہیئت اور خواص پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کا نام معجون ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سالک کے لطائفِ عشرہ سے ایک دوسری ہیئت پیدا ہو جاتی ہے جو اس مقام میں اور دوسرے بلند مقامات میں بڑی ترقی کرتے ہیں ۔

پھر اسی سال ماہ ذی الحجہ ۱۲۲۵ھ میں حضرت پیر دستگیرؒ نے اپنے اس غلام کی ہیئتِ وحدانی پر توجہ فرمائی ۔ اسی طرح ہر مقام فوقانی میں یکے بعد دیگرے مقاماتِ مجددیہ کے آخر تک ایک ایک ماہ توجہ فرماتے رہے اور کمالاتِ رسالت کا فیض

نسبت ایں مقام بمقامِ سابق وہمچنیں نسبت ہر مقامِ فوقانی با مقامِ تحتانی چوں نسبتِ مغز با پوست ست، بعد ازیں در مرتبۂ ثالثہ کہ عبارت از کمالاتِ اولوالعزم ست توجہ فرمودند، وفیض ایں مقام در کمالِ علو وکثرتِ انوارِ ربہیتِ وحدانی وارد شد، دریں جا مراقبۂ ذاتی کہ منشاءِ کمالاتِ اولوالعزم

دائرہ کمالاتِ اولوالعزم

است می نماید، دریں مقام کشفِ اسرارِ مقطعاتِ قرآنی ومتشابہاتِ فرقانی منکشف می شود، وبعضے اکابر را محرمِ اسرارے کہ درمیانِ محب و محبوب گذشتہ است میسازند، وبواسطۂ اتباعِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم از نوازشِ خاص آنجناب علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نصیبہ عطا می فرمایند، وقتیکہ دریں مقام حضرت پیر دستگیر ایں غلامِ خود را بتوجہ مخصوصہ خود سرفراز ساختند، دراں ایام ایں بدنام را اسرارِ یک حرفے ازاں حروف کہ غالباً آں حرف ص ست یا حرفِ دیگر، در وقتِ تحریر دریاد بندہ نماندہ مکشوف شدہ بود، بیانِ آں اسرار درخورِ حوصلۂ بشر ممکن نیست، اگر گوید متکلم را تاب نماند و مستمع از ہوش رود۔ واگر بر تقدیر تسلیم چیزے خواہد، کہ بیان نماید عبارتے از برائے بیانِ آں اسرار از کجا پیدا آید کہ تقریر کند، واگر ایں اسرار ممکن الاظہار می بودند، البتہ امام الطریقہ حضرت مجددِ الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چیزے ازاں اسرار ارشاد میفرمودند، ایں کمینۂ درویشاں بلکہ ننگ وعارِ ایشاں را چہ می رسد کہ نامِ ایں چیزہا بگیرد، لیکن برائے اظہارِ شکرِ جنابِ الٰہی جل شانہ واحسان حضرت پیر دستگیر مدظلہم العالی ایں چنیں گفتگو در تحریر آمدہ باید دانست کہ از وقتیکہ معاملہ باطن بہ ہیئت وحدانی می افتد، ترقی باطن محض بہ تفضل می شود کہ ہیچ عمل را

وارد فرمایا اور اس مقام میں پہلے مقام سے زیادہ انوار کی کثرت، وسعت اور بیرنگی بھی بکثرت وارد فرمائی۔ اس مقام کی نسبت سابق مقامات سے اور اس اوپر والے (فوقانی) مقام کی نسبت نیچے والے (تحتانی) مقام سے ایسی ہے جیسے مغز اور پوست کی۔ اس کے بعد تیسرے درجہ میں کہ جس سے مراد کمالاتِ اولوالعزم ہے حضرت پیر دستگیرؒ نے توجہ فرمائی اور اس مقام کا فیض اپنی کمال بلندی اور کثرتِ انوار کے ساتھ ہیئت وحدانی پر وارد ہوا۔ چونکہ اس مقام میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو کمالاتِ اولوالعزم کا منشا ہے اس لئے اس مقام میں قرآنِ کریم کے حروفِ مقطعات اور متشابہات کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور بعض اکابرؒ کو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے محبت اور محبوب کے معاملہ میں جیسا کہ اوپر گذرا ان اسرار کا محرمِ راز بنا دیتے ہیں، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس خوردہ میں سے خاص نوازش نصیب فرماتے ہیں۔ جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اس مقام پر اپنے اس غلام کو اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا تو انہی دنوں ان حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف غالباً حرف "ص" یا کوئی اور حرف جو اس وقت یاد نہیں رہا اس کے اسرار مجھ بدنام (مصنفؒ) پر ظاہر ہوئے، ان اسرار کے بیان کی گنجائش کسی بشر کے حوصلے سے ممکن نہیں اور اگر بیان کرے تو اس کی اس کو تاب نہیں اور سننے والا ہوش کھو بیٹھے۔ اور بر تقدیر تسلیم اگر پیش کرنے کے لئے اس میں سے کچھ بیان کرنا چاہے تو ان اسرار کے بیان کرنے کے لئے عبارت کہاں سے لائے جو بیان کرے۔ اگر یہ اسرار ظاہر کرنے کے لائق ہوتے تو ضرور امام الطریقت حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ان میں سے کچھ نہ کچھ بیان فرماتے۔ درویشوں میں سب سے زیادہ ذلیل بلکہ ان کے لئے باعثِ ننگ، اس عاجز میں کیا ہمت ہے کہ ان چیزوں کا نام بھی لے سکے لیکن جناب الٰہی جل شانہ، کے شکر کے اظہار کے لئے اور حضرت پیر دستگیرؒ کے احسان کو ظاہر کرنے کے لئے اسقدر تحریر میں لایا جاتا ہے ـــ جاننا چاہئے کہ جس وقت سے باطن کا معاملہ ہیئت وحدانی

دخل نمی ماند، اگرچہ در جمیع مقامات بے فضلِ الٰہی جل شانہ از ہیچ عمل ترقی ممکن نیست، لیکن اعمال مانند اسباب ہستند، اما دریں مقامات ایں اسباب راہم دخلے نیست اگرچہ در ازالہ کدوراتِ بشری ذکر اثرِ تمام دارد لیکن برائے ترقی باطن نتیجہ نمی بخشد، مثلاً ہر گاہ مشغول بذکر اسمِ ذات یا نفی و اثبات یا تہلیلِ لسانی می شود، می بیند کہ دریں مقامات آں ذکر نمی رسد، و در راہ می ماند، مگر وقتیکہ لفظ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم با تہلیل ضم کردہ میشود، و درود با او ضم کردہ می خواند البتہ قوتے در مقاماتِ فوقانی دست می دہد، بلکہ وسعتِ لفظ مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از تہلیل زیادہ مفہوم می شود، و بواسطہ قرآن مجید ترقیات ایں مقامات حاصل می شود، و بہر مرتبہ کہ می رسد بواسطہ کلام مجید می رسد، باید دانست کہ از کمالاتِ اولوالعزم بہر دو طرف سلوک کردہ میشود، و دریں امر اختیار مرشد ست، بہر طرف کہ خواہد طالب را نسلیک فرماید، یک راہ بطرف حقائقِ الٰہیہ می رود، و آں عبارت از حقیقتِ کعبہ و قرآن و صلوٰۃ ست وراہِ دیگر بسوئے حقائق انبیاء ست علیہم السلام و آں عبارت از حقیقتِ ابراہیمی و موسوی و محمدی و احمدی ست علیہم السلام آنچہ بندہ را حضرت پیر دستگیر توجہ فرمودند، اولا بطرف حقائقِ الٰہیہ فرمودند، لہذا حقائقِ الٰہیہ را بر حقائقِ انبیاء مقدم ساختم و بذکرِ آں می پردازم۔

کے ساتھ پڑتا ہے یعنی کمالاتِ رسالت سے باطن کی ترقی محض خدا کے فضل سے ہوتی ہے اور کسی عمل کا بھی اس میں دخل نہیں ہوتا۔ اگرچہ تمام مقامات میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل کے بغیر کسی عمل سے ترقی ممکن نہیں ہے البتہ اعمال مثل اسباب کے ضرور ہوتے ہیں لیکن ان مقامات میں تو اسباب کو بھی کوئی دخل نہیں ہے۔ اگرچہ بشری کدورتوں کو دور کرنے کے لئے ذکر پورا اثر رکھتا ہے لیکن ترقیِ باطن کے لئے اس سے نتیجہ نہیں نکلتا۔ مثلاً جب اسمِ ذات کے ذکر میں یا نفی اثبات یا تہلیلِ لسانی میں کوئی مشغول ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ان مقامات میں وہ ذکر نہیں پہنچتا اور راستے ہی میں رہ جاتا ہے۔ مگر جب لفظ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تہلیل کے ساتھ ضم کیا جاتا ہے اور درود اس کے ساتھ شامل کر کے پڑھی جاتی ہے تو ضرور وہ اونچے مقامات میں ایک نوع کی قوت پیدا کر دیتا ہے، بلکہ لفظِ مبارک "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت میں تہلیل سے زیادہ وسعتِ مفہوم ہوتی ہے اور قرآن مجید کی وجہ سے ان مقامات میں ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور سالک جس مرتبہ میں پہنچتا ہے قرآن مجید ہی کے ذریعہ سے پہنچتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ کمالاتِ اولوالعزم دو طرف سے طے ہوتے ہیں اور اس معاملہ میں مرشد کو اختیار ہے جس طرف سے چاہے سالک کو طے کرائے۔ ایک راستہ تو حقائقِ الٰہیہ کی طرف جاتا ہے اور اس سے مراد حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ قرآن اور حقیقتِ صلوٰۃ ہے اور دوسرا راستہ حقائقِ انبیاء علیہم السلام کی طرف ہے اور اس سے حقیقتِ ابراہیمی و حقیقتِ موسوی و حقیقتِ احمدی علیہم السلام ہے۔ حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز پر پہلے حقائقِ الٰہیہ کی طرف توجہ فرمائی لہٰذا میں نے بھی حقائقِ الٰہیہ کو حقائقِ انبیاءؑ پر مقدم جانا اور اسی کا ذکر کرتا ہوں۔

فصل: دربیانِ حقائقِ الٰہیہ کہ عبارت از حقیقتِ کعبہ وحقیقتِ قرآن وحقیقتِ صلوٰۃ ست

از اتفاقاتِ زمانہ در آخرِ محرم الحرام سنہ ۱۲۲۶ھ وقتیکہ راقم را تا بکمالاتِ اولوالعزم توجہ شدہ بود، عزیمتِ رامپور اختیار کردم، و درماہ جمادی الثانی از سالِ مسطور باز حاضرِ حضورِ پرنور گردیدم، از ابتدائے ماہِ رجب توجہ درحقیقتِ کعبہ فرمودند، دریں جا عظمت وکبریائی حضرتِ حق سبحانہ مشہود شد، وہیبتے بر باطنِ من مستولی گردید، دریںجا

دائرہ حقیقت
کعبہ ربانی

مراقبۂ ذاتے کہ مسجود ممکنات ست می فرمایند، وبعد از چند روز فنا وبقاء باین مرتبہ مقدسہ حاصل شد، خود را متصف باین شان یافتم، وتوجہ ممکنات بجانبِ خویش دانستم، اگرچہ درمرتبۂ کمالاتِ بیرنگی ہائے بسیار حاصل بود ودریں مقامات آں مقدار نیست، لیکن علو وسعت نسبتِ باطن بیش از بیش ست، ودرحقائقِ انبیاؑ باایں ہمہ علو وسعت از حقائقِ الٰہیہ ہم بے رنگی کمتر ست، سرش آنچہ بخاطرِ فاتر بندہ می رسد آنست کہ چونکہ سالک را فنا وبقا بمرتبۂ ذات بحت میسر شد، ومتخلق باخلاق آں مرتبہ مقدسہ گردید، لاجرم در ردرکِ تیز قوتے بہم می رسد، کہ بآں ادراک نسبتہائے فوقانی می کند، ازیں باعثِ بے رنگی آں مقامات دریافت نمی کند۔ ع

کہ رستم را کشد ہم رخشِ رستم

چہ نسبت کمالات بآں نسبتہائے فوقانی از یک جنس معلوم می شود، اگرچہ

فصل: حقائقِ الٰہیہ کے بیان میں کہ جس سے مراد حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآن اور حقیقتِ صلوٰۃ ہے

اتفاقاً محرم الحرام ۱۲۲۶ھ کے اواخر میں راقم (مصنفؒ) کو جبکہ کمالات اولوالعزم تک توجہ حاصل ہوئی تھی کہ رام پور جانا پڑا۔ پھر اسی سال ماہ جمادی الثانی میں جب اپنے حضور پرنورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ماہ رجب کے شروع میں حقیقتِ کعبہ کی توجہ فرمائی۔ اس مقام پر حضرت حق سبحانہ کی عظمت اور کبریائی مشہود ہوئی اور میرے باطن پر ایک عظیم ہیبت طاری ہوئی اس مقام پر اس ذات پاک کا مراقبہ کرتے ہیں جو تمام ممکنات کی مسجود ہے اور چند ہی روز کے بعد اس مرتبہ مقدس میں فنا و بقا ایسی حاصل ہوئی کہ خود کو فنا و بقا کی اس شان سے متصف پایا اور تمام ممکنات کی توجہ اپنی طرف دیکھی۔ اگرچہ کمالات کے مرتبے میں بہت زیادہ بیرنگیاں حاصل ہوئی تھیں لیکن اس مقام میں اتنی نہیں ہیں تاہم باطن میں بلندی اور فراخی زیادہ سے زیادہ ہے اور حقائقِ انبیاء میں بلندی اور فراخی کے باوجود حقائقِ الٰہیہ کے مقابلہ میں بیرنگی کم ہے، اس کا راز جیسا کہ میری عقلِ ناقص میں آتا ہے یہ ہے کہ جب سالک کو اس مقام میں فنا و بقا مرتبہ ذاتِ بحت میں میسر ہو جاتی ہے اور اس مقدس مقام کے اخلاق سے متصف ہو جاتا ہے تو بیشک ادراک میں بھی ایک نوع کی ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کے باعث فوق کی نسبتوں کا تو ادراک کر لیتا ہے مگر ان فوقانی مقامات کی بیرنگی کو معلوم نہیں کر سکتا۔ مصرع

کہ رُستم کو اُسی کا رخش کھینچے

بات یہ ہے کہ کمالات کی نسبت اور فوق کی نسبتیں ایک ہی جنس کی معلوم ہوتی ہیں اگرچہ یہ جنسیت اور مناسبت صورت ہی صورت میں ہوتی ہے اور کمالات میں بیرنگی

مناسبت در صورت باشد، ودر نسبت کمالات بیرنگی ازاں کمتر بود، کہ سالک را از پیش (یعنی در ولایتِ فنا وبقا) بمرتبۂ صفات وشیونات حاصل شدہ بود، ہماں قدر قوتے در مُدرِکہ او حاصل بود، لہذا ادراک مرتبہ حضرتِ ذات خیلے دشوار بود، چہ کمالاتِ ولایت از مرتبۂ دیگر حاصل بود، وکمالاتِ مرتبۂ نبوت از باب دیگرست، کہ باہم ہیچ مناسبتے ندارند، اگرچہ مناسبتِ صوری باشد، وآنچہ بعضے اکابر مرتبۂ ولایت را ظل مرتبۂ نبوت فرمودہ اند، نزدِ فقیر ایں سخن ثابت نشدہ، وآنچہ من دریافتہ ام، در ہیچ امر فی ما بین ایشہا نسبتے می یابم، ومرتبۂ کمالات را بایں حقائق نسبتے ثابت ست، بلکہ محققان فرمودہ اند، کہ حقائقِ نسبت بکمالات مانند امواج اند، معنی ایں سخن آں باشد، کہ چونکہ در کمالاتِ ظہور تجلیاتِ ذاتی دائمی ست، لاجرم ہر نسبتے کہ فوقانی باشد، خارج از مرتبۂ ذات نمی تواں شد، پس اطلاق لفظِ امواج راست آمد، وآنچہ در ادراک ایں ناقص العقل آمدہ است در نسبتِ حقائق چیزہا ظہور می کند کہ در نسبتِ کمالات آں ظہور نیست، مثلاً در حقیقتِ کعبۂ معظمہ ظہور عظمت و کبریائی ومسجودیت آں مر ممکنات را بہ نحوے ظہور میسر باید کہ عقل در ادراکِ آں لنگ وعاجز می ماند، ومی یابم کہ حصول ایں مرتبۂ متعالیہ بدون توجہ مرشد دراں مقامات متعذر ست اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ وچوں حضرت پیر دستگیر در حقیقتِ قرآن مجید توجہ فرمودند، در معاملہ معائنہ نمودم کہ درون آں سراپردہ ہائے سرادقات عظمت وکبریائی جائے یافتم ودر عالمِ مثال چناں دیدم، کہ گویا بر بامِ خانۂ کعبہ بر آمدہ ام، آنجا زینہ نہادہ اند، کہ ازاں زینہ

دائرہ حقیقت قرآن مجید

اس وجہ سے ہے کہ سالک کو جس قدر ولایتِ فنا و بقا میں صفات و شیونات کا مرتبہ حاصل ہو چکا ہوتا ہے اسی قدر ادراک میں قوت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرتِ ذات کے مرتبے کا ادراک بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ولایت کے کمالات اور مرتبہ سے حاصل ہوئے تھے اور مرتبۂ نبوت کے کمالات اور قسم سے ہیں، یہ دونوں آپس میں کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے، اگرچہ صوری ہی مناسبت کیوں نہ ہو۔ اور وہ جو بعض اکابر نے مرتبۂ ولایت کو مرتبۂ نبوت کا ظل فرمایا ہے وہ فقیر (مصنفؒ) کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ جو کچھ کہ میں نے معلوم کیا وہ یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔ البتہ مرتبۂ کمالات و حقائقِ الٰہیہ ثلاثہ کے درمیان ایک نوع کی نسبت ثابت ہے۔ بلکہ محققین نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ حقائقِ الٰہیہ کمالات کی یہ نسبت ایسی ہیں جیسے دریا کی موجیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ چونکہ کمالات میں تجلیاتِ ذاتی دائمی کا ظہور ہوتا ہے اس لئے ضرور ہر وہ نسبت جو کہ فوق سے تعلق رکھتی ہے مرتبۂ ذات سے خالی نہیں ہو سکتی، اسی لئے لفظِ امواج کا اطلاق یہاں پر بالکل صحیح ہے اور جو کچھ میری ناقص عقل کے فہم و ادراک میں آیا، وہ یہ ہے کہ حقائق کے مقام پر جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں وہ کمالات کی نسبت کے مقام پر ظاہر نہیں ہوتیں۔ مثلاً کعبۂ معظمہ کی حقیقت میں عظمت و کبریائی کا ظہور ہوتا ہے اور تمام ممکنات کی مسجودیت اس طرح ظہور کرتی ہے کہ اس کے ادراک میں عقل بھی عاجز اور لنگ رہ جاتی ہے اور میرا خیال ہے کہ ان بلند مراتب کا حصول بغیر مرشد کی توجہ کے نہایت ہی دشوار ہے۔ "مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے" اور جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز پر قرآن مجید کی حقیقت میں توجہ فرمائی تو میں نے اس مقام پر عظمت و کبریائی کے شاہی پردوں کے اندر اپنے کو پایا اور عالمِ مثال میں ایسا دیکھا کہ گویا میں خانۂ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا ہوں اور وہاں ایک زینہ رکھا ہے میں اس زینے سے عروج کر کے حقیقتِ قرآن مجید میں داخل ہو گیا۔ اور حقیقتِ قرآنی کی

عروج فرمودہ، داخل حقیقتِ قرآنی شدم، وآں عبارت از مبدأ وسعتِ بیچونی
حضرتِ ذات ست، و وسعت حضرتِ ذات ازیں مقام شروع می شود، و
احوالے ظاہر می گردد کہ شبیہ بوسعت ست، والا اطلاق لفظِ وسعت در آنجا
از تنگیٔ میدان عبارت ست و سرِ شگفتن غنچہ دہن محبوبِ حقیقی ایں جا دریافت
می گردد۔ فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِيْنَ بواطن کلام اللہ دریں مقام ظاہر
می گردند ہر حرفے را از حروفِ قرآنی دریائے یافتم بے پایاں کہ موصل کعبہ
مقصود ست مگر نکتہ عجیب تر بشنو، کہ بایں ہمہ قصص مختلفہ واوامر ونواہی
متبائنہ در وقتِ قرأت چیزہا ظہور می کند و اسرارے بمیان می آید، وقدرت
او تعالیٰ وحکمتِ بالغہ حق سبحانہ ظاہر می گردد، کہ برائے تعلیم وتفہیم ہمہ عوام
قصص وحکایاتِ انبیاء علیہم السلام ذکر فرمودہ است و برائے ہدایاتِ بنی آدم
احکامِ شریعت ارشاد کردہ و در بطون ایں حروف چہ کیفیات وچہ معاملات
است حیرت بر حیرت می افزاید و در ہر حرفے بشانِ خاص ظہور می فرماید، و
دلہائے جان بازاں را در صید می آرد، خوش گفت: بیت

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

در وقتِ قرأتِ قرآن مجید لسانِ قاری حکم شجرۂ موسوی پیدا می کند و برائے
قرأتِ قرآن مجید تمام قالب زبان میگردد، و علو نسبت دریں جا بمثابہ ایست
کہ نسبتِ کمالات بلا ایں ہمہ علو و وسعت بلکہ نسبت حقیقتِ کعبۂ معظمہ بایں
عظمت و کبریائی در تحت مشہود می گردد و دریں جا مراقبہ مبدأ وسعتِ بیچونِ

مراد حضرتِ ذات کی بے چونی و بے کیفی کی وسعت و فراخی ہے اور حضرت ذات سبحانہ کی وسعت اسی مقام سے شروع ہوتی ہے اور ایسے حالات و کیفیات ظاہر ہوتے ہیں جو کہ وسعت کے مشابہ ہیں۔ ورنہ اس مقام پر لفظِ وسعت کا اطلاق میدان کی تنگی ہے اور محبوبہ حقیقی کی غنچہ دہنی کا شگفتہ ہونا اسی مقام میں معلوم ہوتا ہے" پس خوب سمجھ لو اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو"۔ اس مقام پر کلام اللہ کے مخفی راز ظاہر ہوتے ہیں۔ میں نے قرآن مجید کے حروف میں سے ہر حرف کو ایک بے پایاں سمندر پایا جو کعبۂ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ مگر ایک اور عجیب تر نکتہ سنو، کہ باوجود ان تمام مختلف قصص و حکایات اور اوامر و نواہی کی قرأت کے وقت بہت سی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور بہت سے اسرار کھلتے ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور اس کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ دیکھو تمام عوام کی نصیحت و تعلیم کے لئے انبیاء علیہم السلام کی قصص و حکایات کا کیوں ذکر کیا گیا ہے اور بنی آدم کی ہدایت کیلئے احکام شریعت کیوں بیان فرمائے گئے ہیں، اور قرآن کریم کے حروف کے اندر کیا کیا کیفیات اور معاملات ہیں کہ حیرت پر حیرت ہوتی ہے اور وہ ہر حرف میں ایک خاص شان کے ساتھ ظہور فرماتا ہے اور اپنے جانبازوں کے دلوں کا شکار کرتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ بیت

نہ اُس کے حُسن کی حد ہے نہ سعدی کی زباں گونگی

نہ خالی ہوگا دریا خواہ مر ہی جائے مستسقی

قرآن مجید کی قرأت کے وقت پڑھنے والے کی زبان شجرِ موسوی کا حکم رکھتی ہے اور قرأت کے لئے تمام جسم زبان ہی زبان بن جاتا ہے اور نسبت کی بلندی اس مقام پر تو اس درجہ کی ہے کہ گویا نہ صرف کمالات کی نسبت اپنی بلندی اور وسعت کے باوجود، بلکہ حقیقتِ کعبۂ معظمہ بھی (اپنی عظمت و کبریائی کے باوجود) حقیقتِ قرآن کے تحت میں نظر آتی ہے۔ اس مقام پر حضرتِ ذات کی بے چونی جو مبداء وسعت ہے

حضرتِ ذات میفرمایند، و مورد فیض ایں مقامات ہیئتِ وحدانی سالک ست۔

دائرہ حقیقت صلوٰۃ

بعد ازاں حضرت پیرِ دستگیر در دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ توجہ می فرمودند، دریں دائرہ کمالِ وسعتِ بیچون حضرتِ ذات مشہود گردیدہ از وسعت وعلو ایں مقام چہ وامی نماید، کہ حقیقت قرآن مجید یک جزو اوست، و جزو دیگر حقیقتِ کعبہ ست، از کیفیات و واردات ایں مقام چہ گوید، واگر گوید کیست کہ فہم نماید، خوش گفت بیت،

بطرازِ دامنِ نازِ او چہ رسد غبارِ خاکساری ما رسد   نزد آں مژہ بہ بلندئی کہ ز گردِ سرمۂ ما رسد

دریں جا مراقبہ کمالِ وسعتِ بے چون حضرت ذات می فرمایند، سالکے کہ ازیں حقیقتِ مقدسہ حظے یافتہ در وقت ادائے صلوٰۃ گویا ازیں نشأۃ می برآید، و شبیہ رویتِ اخروی حاصل می نماید، در وقتِ تحریمہ دست از ہر دو جہاں شستہ و ہر دو جہاں را پسِ پشت انداختہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ گویاں، در حضور حضرتِ سلطان ذیشان جل شانہ حاضر می شود، پیشِ ہیبت و عظمتِ کبریائی آنحضرت جل جلالہ خود را منزلِ کل ولاشئے محض دانستہ، قربان محبوبِ حقیقی می گرداند، و در وقتِ قرأت بوجود موہوب کہ لائق آں مرتبہ ست موجود گردیدہ متکلم با حضرتِ حق سبحانہ و مخاطب از آنجناب مقدس می شود، لسانِ او گویا حکمِ شجرۂ موسوی می گردد لَمَّا مَرَّ اَنَّ فِیْ حَقِیْقَۃِ الْقُرْاٰنِ.

و تشبیہ برکوع می رود غایتِ خشوع می نماید، بمزید قرب ممتاز می شود، و در وقتِ قرأت تسبیح بہ کیفیتے دیگر مشرف می گردد، لاجرم برایں نعمت تحمید گویاں قومہ می نماید و باز در حضورِ حضرتِ حق راست می ایستد، و متردد ادائے

اس کا مراقبہ کیا جاتا ہے اور ان مقامات کا مورد فیض سالک کی ہیئت وحدانی ہے۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے دائرۂ حقیقت صلوٰۃ میں توجہ فرمائی۔ اس دائرہ میں حضرت ذات کی وسعت بے چون کا کمال مشاہدہ ہوا، اپنی وسعت اور بلندی کی وجہ سے یہ مقام ایسا ظاہر کرتا ہے کہ حقیقت کلام مجید اس کا ایک جزو ہے اور دوسرا جزو حقیقت کعبہ ہے۔ اس مقام کی کیفیات اور واردات کوئی کیا بیان کرے، اور اگر کوئی کچھ بیان کرے بھی تو کون سمجھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

کہاں اُن کا دامن کہاں اپنی خاک   وہ رفعت کہ حدِّ دعا سے ہے پاک

اس مقام پر حضرت ذات کی کمال وسعت بے چون کا مراقبہ کرتے ہیں جو سالک اس حقیقت مقدس سے بہرہ ور ہوا ہے وہ ادائے صلوٰۃ کے وقت گویا اس دنیا سے باہر آجاتا ہے اور دوسری دنیا میں (عالم آخرت) میں چلا جاتا ہے اور رویت اخروی کے مشابہ حالت حاصل کر لیتا ہے، تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں جہان سے ہاتھ اٹھا کر دونوں جہان کو پس پشت ڈال کر اللہ اکبر کہتا ہوا حضرت سلطان ذیشان جل شانہ کے حضور میں حاضر ہوتا ہے اور حضرت حق جل جلالہ کی عظمت و کبریائی کی ہیبت سے خود کو محض ذلیل اور ناچیز سمجھ کر محبوب حقیقی پر قربان ہو جاتا ہے اور قرات کے وقت وجود موہوب میں جو اس مقام کو سزا وار ہے موجود ہو کر حضرت حق سبحانہ کے ساتھ متکلم اور اس جناب مقدس سے مخاطب ہوتا ہے۔ گویا اس کی زبان شجر موسوی بن جاتی ہے جیسا کہ ابھی ابھی حقیقت قرآن کے سلسلے میں ذکر ہوا۔ اور جب وہ رکوع میں جاتا ہے تو حد درجہ خشوع ظاہر کرتا ہے اور مزید قرب سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ اور تسبیح پڑھتے وقت ایک خاص کیفیت سے مشرف ہوتا ہے اور اس نعمت پر شکر کرتا ہوا قومہ کرتا ہے اور پھر حضرت حق سبحانہ کے حضور میں سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ قومے کا راز جیسا کہ میری فہم ناقص میں آیا ہے یہ ہے کہ چونکہ اب ادائے سجود کا قصد رکھتا ہے

قومہ آنچہ در فہم قاصر بندہ می آید، آنست کہ چونکہ قصد ادائے سجود دارد، پس از قیام بسجود رفتن موجب مزید تذلل وانکسار ست از آنکہ از رکوع بسجود رود، وقربے کہ در حین ادائے سجود حاصل میشود چہ بیان نمودہ شود، کہ عقل در ادراک آں عاجز و قاصر ست، مفہوم می گردد کہ خلاصہ ہمہ نماز سجود ست، اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمِ اللّٰہِ حدیث شریف است و آیۂ کریمہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ایمائے باں قرب میفرماید، خوش گفت: بیت

سر در قدمش بردن ہر بار چہ خوش باشد راز دلِ خود گفتن با یار چہ خوش باشد

وچوں دریں قرب توہم آں شدہ بود، کہ عنقا بدام افتاد، باز تکبیر گویاں در جلسہ نشست یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ مِنْ اَنْ اَعْبُدَہٗ حَقَّ عِبَادَتِہٖ وَاَقْرُبَ اِلَیْہِ حَقَّ قُرْبِہٖ۔ ودر جلسہ سوالِ مغفرت می کند، از جریمہ ایں توہم کہ ناشے شدہ بود، باز بجہت طلبِ مزید قرب بسجدہ میرود، و باز در تشہد نشستہ شکر و تحیات بجناب باری بر احسانِ ایں قرب بجا می آرد، وکلمۂ شہادتین از جہت آنست کہ دولت ایں قرب بدون تصدیق و اقرارِ توحید و رسالت محال ست، باز درود میخواند، از جہت آنکہ ایں نعمت بہ طفیل و تبعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل گشتہ واختیار صلوٰۃ ابراہیمی برائے آنست کہ در حینِ ادائے نماز خلوت با محبوبِ حقیقی دست دادہ بود وندیمی خاص و مصاحبت با اختصاص کہ عبارت از منصب خلّت ست، نصیبِ آں حضرت

لہ یعنی معنی ایں تکبیر چنیں خیال کند و فہمد کہ اللہ تعالیٰ بزرگ است از آنکہ پرستم او را سزاوار پرستیدن او و نزدیک شوم باو چنانکہ شایر و باید در رنگ آنکہ گفتہ اند مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَمَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ۔

اس لئے قیام کے بعد سجدے میں جانا مزید عاجزی اور انکساری کا موجب ہے۔ جب وہ رکوع سے سجدے میں جاتا ہے تو سجدہ ادا کرتے وقت جو قرب اسے حاصل ہوتا ہے وہ بیان نہیں ہو سکتا عقل اس کے ادراک سے عاجز و قاصر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری نماز کا خلاصہ سجود ہی سجود ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دو قدموں پر سجدہ کرتا ہے اور آیۂ کریمہ (سجدہ کر اور نزدیک ہو) اسی قرب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

سر کو ہر بار اس کے قدموں پر جھکانا خوب ہے اس کے آگے دل کی باتیں لب پہ لانا خوب ہے

اور چونکہ قرب سجود کے وقت یہ خیال ہوا تھا کہ عنقا (مطلوب حقیقی) دام میں آپھنسا اس لئے پھر تکبیر کہتا ہوا جلسے میں بیٹھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ میں اس کی عبادت کروں جیسا کہ اس کی عبادت کا حق ہے اور اس سے قریب ہو جاؤں جیسا کہ قریب ہو جانے کا حق ہے اور جلسے میں گناہوں سے مغفرت کا سوال کرتا ہے (کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ) پھر مزید قرب حاصل کرنے کے لئے سجدہ میں دوبارہ جاتا ہے، اور پھر تشہد میں بیٹھتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں شکر و تحیات اس نعمتِ قرب کے احسان و انعام عطا ہونے پر پیش کرتا ہے اور کلمۂ شہادتین اس لئے ہے کہ اس قرب کی دولت، توحید و رسالت کی تصدیق و اقرار کے بغیر محال ہے۔

پھر وہ درود شریف پڑھتا ہے اس لئے کہ یہ تمام نعمتیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے طفیل میں حاصل ہوئی ہیں۔ اور درود ابراہیمی اس لئے ہے کہ نماز ادا کرتے وقت محبوبِ حقیقی کے ساتھ خلوت حاصل ہوتی ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص ندیمی اور صحبت کہ جس سے مراد منصبِ خلت ہے اس درود کی برکت سے وہ ندیمی و ہمنشینی طلب کی جاتی ہے۔ پس خوب سمجھ لو۔

خلیل ست علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام گو یا کہ از برکتِ ایں درود آں اللہ مے را طلب می کنند۔ فافہم

باید دانست، وقتیکہ در ادائے نماز سنن وآدابِ آں کَمَا یَنْبَغِیْ بجا آوردہ بشود مثلاً از آداب نماز ست کہ در وقتِ قیام جائے سجود را نظر دارد، و در رکوع بر قدمین و در سجود بر پرۂ بینی و در قعود بر سرِ دو زانو ہمچنیں ہمہ آداب را رعایت کند، البتہ حقیقتِ صلوٰۃ جلوہ می فرماید۔ وآنکہ برائے حضور وجمعیت در قیام چشم بند کردہ متوجہ می شوند، ازیں چیزہا حضور لطائف البتہ پیدا بشود لیکن برائے ظہور نسبت ہائے فوقانی حاجت بند کردن چشم نیست، بلکہ ایں جا ہر حضوریکہ ہست، قالب راست، وحضورِ قالب در رعایت آدابیکہ موافق سنت خواہد افتاد، البتہ خواہد شد، وبند کردن چشم در قیامِ نماز بدعت ست، اگرچہ برائے حضور جائز داشتہ اند، ہمچنیں در سماعتِ قرآن مجید اگر از شخصے خوش خوانی شنیدہ می شود، نسبتِ ولایت ظہور می کند، واگر شخصے درست خوانی شنیدہ می شود، نسبتِ حقائقِ فوقانی ظہور خواہد کرد، چہ با آوازِ خوش قلب را مناسبتے کلی ست لاجرم ظہور خواہد نمود، وچوں بصحتِ الفاظ وادائے حروف از مخرج وترتیلِ قرأت بخواند، اگرچہ خوش آوازی نباشد، تاگزیر آں حقائق جلوہ خواہند فرمود۔

بعد ازاں حضرت پیر دستگیر در مرتبہ مقدسہ معبودیتِ صرفہ توجہ فرمودند ایں جا قدم را گنجائش نماند، وسیرِ قدمی تمام شد، کہ آں در مقاماتِ عابدیت بود، لیکن بعنایتِ الٰہی نظر را

دائرہ
معبودیت
صرفہ

جاننا چاہیے کہ جب نماز کے ادا کرتے وقت سنتوں کو اور نماز کے آداب کو جیسا کہ چاہیے بجا لایا جاتا ہے مثلاً نماز کے آداب میں سے ہے کہ نماز میں قیام کے وقت سجدے کی جگہ پر اپنی نظر رکھے اور رکوع میں دونوں قدموں پر سجدے میں ناک کے نرمہ پر، قعود (بیٹھنے) میں دونوں گھٹنوں پر اور اسی طرح دوسرے تمام آداب کی بھی رعایت کرے تو ضرور حقیقتِ صلوٰۃ جلوہ فرماتی ہے۔ اور یہ کہ بعض لوگ حضور اور جمعیت کے لئے قیام میں آنکھیں بند کرکے متوجہ ہوتے ہیں، ان چیزوں سے لطائف کا حضور تو البتہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن فوق کی نسبتوں کے ظہور کے لئے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہاں ہر قسم کا حضور قالب ہی کے لئے ہوتا ہے اور قالب کا حضور سنت کے موافق آداب کی رعایت سے ہوتا ہے اور نماز کے قیام میں آنکھوں کو بند کرنا بدعت ہے اگرچہ حضوری کے لئے جائز کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی سماعت میں ہے کہ اگر خوش الحان شخص سے سُنا جائے تو نسبتِ ولایت کا ظہور ہوتا ہے اور اگر درست پڑھنے والے سے سنا جائے تو فوق کی نسبتِ حقائق ظہور کرے گی کیونکہ خوش آوازی سے قلب کو پوری پوری مناسبت ہے جو ضرور ظاہر ہوگی۔ اور اگر الفاظ کی فصاحت اور صحیح مخارج کی ادائیگی اور ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے خواہ خوش آوازی بھی نہ ہو تب بھی وہ حقائقِ فوقانی جلوہ گر ہوں گے۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے "معبودیتِ صرفہ" کے مقامِ مقدس کی توجہ فرمائی۔ اس مقام میں قدم رکھنے کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔ اور یہاں سیر قدمی تمام ہو گئی کیونکہ وہ مقاماتِ عابدیت میں سے تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے نظر کو موقوف نہیں کیا گیا اور سیرِ نظری ہوتی رہتی ہے۔

موقوف نہ ساختہ اند، وسیرِ نظری می شود۔ ع

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

چوں بندہ را دریں مقامِ عالی توجہ فرمودند در معاملہ دیدم کہ در مقامے ہستم وفوقِ آں مقام مقامے بس عالی ومتعالی وبے رنگ ظہور فرمود، وہر چند خواستم کہ در آں مقام بروم میسر نشد، آں وقت معلوم گردید کہ ایں مقام معبودیتِ صرفہ است کہ قدم را آنجا گنجایشے نیست مگر نظر تا ہر کجا کہ تماشا کند۔ خوش گفت۔ بیت

ما تماشا کنانِ کوتہ دست   تو درختِ بلند وبالائی

وسرِ معنی کلمۂ طیبہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ ایں جا جلوہ گر گردید، ظاہر شد کہ فی الحقیقت استحقاقِ عبادت بہر نوعے کہ باشد، غیر از حضرتِ احدیتِ مجردہ کسے ندارد، اگرچہ اسماء وصفات باشند، چہ جائے آنکہ ممکنات لیاقتِ ایں امر داشتہ باشد، کَانَ مَنْ کَانَ حقیقتِ شرک دریں جا می ماند واز بیخ وبن کندہ میرود، بدانکہ سیرِ حقائقِ الٰہیہ تا ایں جا بود، الحال بیانِ حقائقِ انبیاء علیہم السلام نمودہ می شود بگوشِ ہوش استماع فرمایند۔

فصل: در بیانِ حقائقِ انبیاء علیہم السلام کہ عبارت از حقیقتِ ابراہیمی وحقیقتِ موسوی وحقیقتِ محمدی وحقیقتِ احمدی ست علی خاتمہم اولاً وعلی اجمعہم ثانیاً الصلوات والسلام

باید دانست کہ چنانکہ در حقائقِ الٰہیہ ترقی موقوف بر تفضل ست، ہمچناں در حقائقِ انبیاء علیہم السلام ترقی موقوف بر محبت ست، چوں حضرت پیر دستگیرؒ

ع مصیبت تھی اگر یہ بھی نہ ہوتا

پھر جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز پر اس عالی مقام میں توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ میں ایک مقام پر ہوں جس کے اوپر ایک بہت بڑا بلند اور بیرنگ مقام ہے میں نے ہر چند چاہا کہ اس مقام پر پہنچ جاؤں لیکن نہ ہو سکا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ مقام "معبودیتِ صرفہ" ہے کہ وہاں قدم رکھنے کی گنجایش نہیں مگر جہاں تک نظر پہنچے اس کو گنجایش ہے دیکھ لے۔ کیا خوب کہا ہے: بیت

تو وہ سروِ بلند و بالا ہے   دیکھنے والے کیا بڑھائیں ہاتھ

اسی مقام پر کلمۂ طیبہ "لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ" کے معنی کا راز جلوہ گر ہوا، اور صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ فی الحقیقت ہر طرح کی عبادت کا حق سوائے اللہ تعالیٰ کی احدیت کے کسی کو نہیں پہنچتا اگرچہ اسماء وصفات ہی کیوں نہ ہوں اور تمام ممکنات کے لئے تو اس امر کی لیاقت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا "چاہے جو بھی ہو" شرک کی یہاں کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی بلکہ وہ بیخ و بن سے اکھڑ جاتا ہے۔ جان لو کہ یہاں تک حقائقِ الٰہیہ کی سیر تھی اب انبیاء علیہم السلام کی حقائق کا بیان ہوتا ہے۔ گوش ہوش سے سنو۔

فصل: حقائق انبیاء علیہم السلام یعنی حقیقت ابراہیمیؑ و حقیقتِ موسویؑ و حقیقتِ محمدیؐ و حقیقتِ احمدیؐ کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ جس طرح حقائقِ الٰہیہ میں ترقی اللہ تبارک وتعالیٰ کے محض فضل پر موقوف ہے اسی طرح حقائقِ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں ترقی محبت پر موقوف ہے۔ جب حضرت پیر دستگیرؒ نے مجھ غلام کو حقیقتِ ابراہیمی میں توجہ فرمائی اور اس ذات کا مراقبہ جو حقیقتِ ابراہیمی کا منشا ہے

غلامِ خود را در حقیقتِ ابراہیمی توجہ فرمودند، مراقبہ ذاتی کہ منشاء حقیقتِ ابراہیمی ست ارشاد کردند از عنایت حضرتِ ایشاں در ہماں توجہ کیفیت آں مقام فائض گردید، در چندے انوار و اسرار آں مقامِ عالی کہ عبارت

دائرہ خلت یعنی حقیقتِ ابراہیمی

از خلّتِ حضرتِ حق ست سبحانہ ورود فرمود، دریں مقام اُنسے خاص وخلوتے باختصاص بحضرتِ ذات ہویدا شد، وہمیں معاملہ از آنحضرت خلّت وعظمت بایں کس مفہوم گردید، وکیفیتے کہ دریں مقام عالی حاصل شدہ است، در مقامات عالیہ دیگر بایں خصوصیت وکیفیت ظہور نہ فرمودہ، اگرچہ از قسم فضل جزئی باشد چہ دریں مقام محبوبیتِ صفاتی جلوہ گرمی شود، ودر حقیقتِ محمّدی واحمدی محبوبیتِ ذاتی معنی ایں عبارت آنست کہ چنانکہ ذاتِ متعالیہ خود را دوست می دارد، ہمچنیں صفاتِ خود را نیز دوست می دارد۔ قسم اول حقیقتِ محمّدی واحمدی ست وقسمِ ثانی خلت نام یافتہ، حقیقتِ ابراہیمی شد، محبوبیتِ صفاتی مثل محبوبیتِ خط وخال وقد وعارض ست وازیں جہت ایں قدرے رنگی دریں مقام نیست بخلاف محبوبیتِ ذاتی کما سیاتی ان شاء اللہ

دائرہ محبوبیتِ صفاتی

ودریں مقام حضرت پیر دستگیرؒ را بشانے خاص دریافتم، وبیقین دانستم، کہ صاحبِ منصب ایں مقام عالی ہستند وایں معنی را بحضور پرنور عرض کردہ بودم فرمودند کہ من ہم خصوصیتِ خود بحضرتِ خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دریافتہ ام لیکن متوجہ غیر از حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بطرف دیگر نمی شوم، وللہ درّہ ما احسن صدرہ۔ دریں مقام سالک را بنحوے اُنس بحضرت ذات پیدا می شود کہ بطرف دیگر رونمی آرد، اگرچہ اسماء وصفات باشند،

خط وخال بستگی

ارشاد فرمایا۔ حضرتؒ کی عنایت سے اسی ایک توجہ میں اس مقام کی کیفیت کا فیض ہوا، اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس عالی مقام (جس سے مراد خُلّتِ حضرتِ حق ہے) کے انوار و اسرار میں سے نزول ہوا۔ اس مقام پر حضرتِ حق سے ایک خاص اُنس اور مخصوص خلت ظاہر ہوئی اور یہی بات حضرتِ حق جَلّت وعَظُمت کی طرف سے اس بندے پر ظاہر ہوئی اور جو کیفیت کہ اس مقام پر حاصل ہوئی وہ دوسرے مقاماتِ علیہ میں اس خصوصیت و کیفیت کے ساتھ ظاہر نہیں ہوئی۔ اور یہ چیز فضلِ الٰہی کی جزئی فضیلت کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ اس مقام پر محبوبیتِ صفاتی جلوہ گر ہوتی ہے اور حقیقتِ محمدی اور حقیقتِ احمدی میں محبوبیتِ ذاتی۔ اور اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ متعالی جس طرح وہ اپنے آپ کو دوست رکھتی ہے اسی طرح اپنی صفات کو بھی دوست رکھتی ہے۔ پہلی قسم میں حقیقتِ محمدی اور حقیقتِ احمدی ہے اور دوسری قسم خلت کے نام سے موسوم ہے اور وہ حقیقتِ ابراہیمی کہلاتی ہے۔ محبوبیتِ صفاتی ایسی ہے جیسے خط و خال و قد و رخسار کی محبوبیت۔ اسی لئے اس مقام میں کامل بے رنگی نہیں ہے جیسی محبوبیتِ ذاتی میں۔ جسے ہم انشاء اللہ ابھی بیان کریں گے۔ اس مقام (خلتِ ابراہیمی) پر میں نے حضرت پیر دستگیرؒ کو ایک خاص شان میں دیکھا اور یقین ہوا کہ وہ اس مقامِ عالی میں صاحبِ منصب ہیں۔ پھر یہ بات میں نے حضور پر نور کی خدمتِ عالی میں عرض کی تو فرمایا کہ ہاں میں بھی حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی ایک خصوصیت پاتا ہوں لیکن سوائے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتا۔" اللہ رے اس کی نیکی اور کیا ہی عمدہ ان کا سینۂ مبارک"۔ اس مقام پر سالک کو حضرتِ ذات سے ایسا انس پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دوسری طرف رُخ ہی نہیں کرتا اگرچہ وہ اسماء و صفات ہی کیوں نہ ہوں اور دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا

وبطرفِ دیگر توجہ نمی فرماید، اگرچہ مزارات مشائخِ کبار باشند، واستمداد و استعانت از غیرِ او تعالیٰ خوش نمی آید، اگرچہ ارواح و ملائکہ باشند، ودریں مقام تکرارِ صلوٰۃِ ابراہیمی یعنی درودے کہ در نماز می خوانند، ترقی می بخشد۔

دائرہ محبتِ صرفہ ذاتیہ

بعد ازیں در دائرہ محبتِ ذاتیہ صرفہ حضرت پیرِ دستگیر توجہ فرمودند درین جا مراقبہ کمالِ ذاتی کہ منشاءِ حقیقتِ موسوی ست ومحبتِ خود ست، ارشاد کردند، کیفیتِ ایں مقام بقوّتِ تمام ورود فرمود، ومُحبّیتِ او تعالیٰ مر ذاتِ خویش را کہ حقیقتِ موسوی عبارت از آنست آشکارا شد، وآنکہ بعضے بزرگان حضرت موسیٰ علیہ السلام را محبوبیت اثبات فرمودہ اند مرادِ آں اکابر اگر آنست کہ ایشاں محبوب حضرتِ حق اند، سُبْحَانَہٗ سَلَّمْنَا۔ کہ مرتبۂ نبوت ورسالت واولوالعزم بے محبوبیت حاصل نمی شود، کہ انبیاء کرام علیہم السلام محبوبان ومرادانِ حضرتِ حق سبحانہ را اند ورا ہِ ایشاں راہِ اجتباست۔ وایں سخن منافی مطلب ما نیست، واگر مرادِ آں اکابر آنست کہ حقیقتِ موسوی عبارت از محبوبیتِ ذاتی ست، بطوریکہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقتِ احمدی را قرار دادہ اند، پس محلِ تامّل ست ودر فہمِ ناقص ایں نافہم نمی آید، وخلافِ مکشوف صاحبِ طریقہ وتابعانِ آنحضرت ست، روزے ایں کمترین بر شخصے از اصحاب خود دریں مقام توجہ می کردم بے اختیار کیفیتے روے داد، کہ از زبانِ من آیہ کریمہ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ برآمد، اگرچہ دریں مقاماتِ عالیہ ظہورِ ایں چنیں الفاظ کم می شود، لیکن ایں از خصوصیاتِ ایں مقام ست، عجب آنست کہ دریں جا باوجود ظہور محبتِ ذاتی شانِ استغنا و

خواہ مشائخ کبارؒ کے مزارات ہی کیوں نہ ہوں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا اگرچہ ارواحِ ملائکہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس مقام پر درودِ ابراہیمی کا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے بار بار بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے محبتِ ذاتیہ صرفہ کے دائرے میں توجہ فرمائی اور اس جگہ کمالِ ذاتی کا مراقبہ جو حقیقتِ موسوی کا منشا ہے اور خود اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے ارشاد فرمایا: اس مقام کی کیفیت پوری قوت کے ساتھ وارد ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات پاک سے محبت و دوستی جس سے حقیقتِ موسوی مراد ہے ظاہر ہوئی، اور وہ جو بعض بزرگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے محبوبیت ثابت کی ہے، اگر اس سے مراد ان بزرگوں کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرتِ حق سبحانہٗ کے محبوب ہیں تو ہم تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ نبوت، رسالت اور اولوالعزم کا مرتبہ بغیر محبوبیت کے حاصل نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام حضرت حق سبحانہٗ کے محبوب اور مراد ہیں اور ان کا راستہ اجتباء کا راستہ ہے اور یہ بات ہمارے مطلب کے منافی و مخالف نہیں ہے لیکن اگر ان کی مراد یہ ہے کہ حقیقتِ موسوی ہی محبوبیتِ ذاتی ہے جس طور سے کہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے حقیقتِ احمدی کو قرار دیا ہے تو یہ محلِ تامل ہے اور مجھ ناقہم کے ناقص فہم میں نہیں آتا۔ اور یہ ہمارے طریقے کے آقاؤں اور ان کے اتباع کرنیوالوں کے کشف کے بھی خلاف ہے۔

ایک روز اس کمترین نے اپنے احباب میں سے ایک صاحب پر اس مقام کی توجہ دی تو بے اختیار مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور بے ساختہ میری زبان پر یہ آیت کریمہ جاری ہوگئی "اے رب دکھا مجھے اپنے آپ کو کہ میں تیری طرف نظر کروں"۔ اگرچہ ان مقامات عالیہ میں ایسے الفاظ کا تکلم کم ہوتا ہے لیکن یہ اس مقام کی خصوصیات میں سے ہے اور عجیب یہ ہے کہ اس مقام پر محبتِ ذاتی کے ظہور کے باوجود استغنا اور

بے نیازی ظہور می فرمایند، ایں از اجتماعِ ضدّین ست، وہمیں سرّ معلوم می شود آنچہ در بعضے مواقع از حضرت کلیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام صدور بعضے کلمات[1] کہ در ظاہر گستاخانہ مفہوم می شود، واقع شدہ اند، وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَہٗ۔ دریں جا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصًا عَلٰی کَلِیْمِكَ مُوْسٰی نیز ترقی می بخشد۔ بعد ازیں حضرت پیر دستگیرؒ در حقیقت الحقائق کہ عبارت از حقیقتِ محمدی ست علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بر غلام خود توجہ فرمودند، ودریں جا مراقبۂ ذاتیکہ محبِ خود ومحبوبِ خود ست، ومنشاءِ حقیقتِ محمدیؐ ست ارشاد کردند، ودریں جا عنایت حضرت پیر دستگیرؒ محبیتِ ممتزجہ با محبوبیت ظہور فرمودہ۔

دائرہ محبوبیۃ ذاتیہ ممتزجہ

وبیان اجتماعِ ایں دو نشاۃ دریں دائرہ کیفیتے دارد کہ از تحریر راست نمی آید، ودریں مرتبۂ مقدسہ فنا وبقا دست داد، واتحاد خاص بآں سرورِ دین ودنیا میسر آمد وبطفیل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بمرتبہ رسانیدند واسرارے بظہور آوردند، کہ اظہارِ آں موجب ایقاظ فتنہ ست، معنی رفع توسط کہ اکابرِ اولیاء بآں قائل اند ایں جا ظاہر می شود ومشہود می گردد کہ ایں کسے را بآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاملہ شدہ است کہ ہم آغوش یک کنار اند وہم بستر یک نگار، وبا ایں ہمہ محبت خاص با حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیدا می شود، کہ سرّ سخن حضرت امام الطریقہ

---

[1] اَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَھَاءُ مِنَّا اِنْ ھِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِھَا مَنْ تَشَاءُ الخ ۱۲

بے نیازی کی شان بھی ظاہر ہوتی ہے، یہ ضدین کا اجتماع ہے اور اسی سے یہ راز ظاہر ہوتا ہے کہ بعض موقعوں پر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعض جرأت آمیز کلمات صادر ہوئے جو بظاہر گستاخانہ معلوم ہوتے ہیں تو وہ امر واقعہ ہے اور علم تو اللہ سبحانہٗ کو ہے۔ اس مقام پر اس درود شریف سے ترقی ہوتی ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ خُصُوْصًا عَلٰى كَلِيْمِكَ مُوْسٰى۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے حقیقت الحقائق میں اس غلام پر توجہ فرمائی اس سے مراد حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اور اس مقام میں اس ذات کا مراقبہ ارشاد فرمایا جو آپ ہی اپنا محب بھی ہے اور محبوب بھی اور حقیقتِ محمدی کا منشا بھی ہے۔ اس جگہ حضرت پیر دستگیرؒ کی عنایت و مہربانی سے محبیت جو محبوبیت سے ملی ہوئی ہے اس کا ظہور ہوا، اور اس دائرہ میں ان دو مرتبوں کے اجتماع کا بیان ایک خاص کیفیت رکھتا ہے جو تحریر میں پورے طور پر نہیں آسکتی۔ اس مقدس مقام پر فنا اور بقا حاصل ہوئی اور دین و دنیا کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص اتحاد میسر ہوا، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں مجھے اس مرتبے پر پہنچایا گیا اور وہ اسرار ظاہر کیے گئے کہ ان کا اظہار فتنے کے بیدار کرنے کا موجب ہوگا۔ رفعِ توسط کے معنی جس کے اکابر اولیاء قائل ہیں اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اس صاحب مقام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا تعلق ہوجاتا ہے کہ دونوں (صاحب مقام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) ایک ہی محبوب کے ہم کنار و ہم آغوش ہیں۔ اور اس سب کے باوجود اس کو حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہوجاتی ہے، اور امام الطریقہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے اس قول کا راز بھی

حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہویدا می گردد، آنچا کہ فرمودہ اند، خدائے جل شانہٗ
را برائے آں دوست می دارم کہ ربِ محمدؐ ست صلی اللہ علیہ وسلم، ودریں مقام
در جمیعِ امور جزئی وکلی ودینی ودنیاوی مشابہتے ومناسبتے با حبیبِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلم خوش می آید، وہمیں جہت ست، آنچہ حضرت ایشاں رضی اللہ عنہ
رغبتِ کلی در عمل بر حدیث دارند، وتشویق وترغیب ایں امر می فرمایند، اللہ تعالیٰ
ایشاں را بطورے دریں مقام قوتے ورسوخے کرامت فرمودہ است کہ بواسطہ
اتباعِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس شریف ایشاں شبیہ بہ محفل صحابہ کرامؓ
پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم گردیدہ است، چنانچہ بعضے از اصحاب کرام رضی اللہ عنہم
فرمودہ اند کہ وقتے کہ در محفلِ مقدس نبویؐ حاضر می شوم، معاملہ می گذرد کاَنَّا
رَایَ عَیْنٍ، وصفِ حال آں مقام ست، راقم گوید عفی عنہ کہ ایں بندہ را ہمیں
معاملہ در حضورِ پُر نور حضرت پیر دستگیرِ خود بارہا گذشتہ است نِعْمَ مَنْ فَہِمَ۔
بعد ازیں حضرت پیر دستگیرؒ بندہ را در حقیقتِ احمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
توجہ فرمودند، ودریں مراقبۂ ذاتی کہ محبوبِ خود ست، ومنشاءِ
حقیقتِ احمدؐی ست، ارشاد کردند، دریں مقام علو نسبت

دائرہ
محبوبیتِ ذاتیہ
صرفہ

باشتعالِ انوارِ ظہور می فرماید، ودریں جا بعضے اسرار بیان آوردند، روزے
در حلقہ پیر دستگیرؒ حاضر بودم ومتوجہ ایں مقامِ عالی گردیدم معاملہ گذشت،
کہ خود را عریانِ محض ملقی بین یدی الرحمٰن یافتم، زیادہ ازیں چہ وا نمایم،
از بدنے بخاطر فاترین مسکین می آید، کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ در جائے
تحقیق فرمودہ اند، کہ حقیقتِ کعبہ معظمہ بعینہ حقیقتِ احمدؐی ست، معنی

اس مقام میں کھلتا ہے جو آپؒ نے فرمایا ہے کہ "خدائے جل شانہٗ کو میں اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار ہے"۔ اور اسی مقام پر ہر چھوٹے بڑے اور دین و دنیا کے تمام معاملات میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت اور مناسبت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ خود بھی حدیث پر عمل کی پوری رغبت رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا شوق اور ترغیب دلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقام پر ایسی رسائی اور بزرگی عطا فرمائی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے ان کی مجلس ایسی معلوم ہوتی ہے جیسی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محفل۔ اور وہ جو بعض صحابہ کرام (مثلاً حضرت حنظلہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم جس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل مقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے مغیبات کا مشاہدہ و معائنہ کر رہے ہیں"۔ اس مقام کا حال بھی اسی جیسا ہے۔ راقم الحروف (مصنف) عفی عنہ کہتا ہے کہ حضرت پیر دستگیرؒ کے حضور پر نور میں یہ معاملہ بارہا مجھ پر گذرا ہے "سمجھا جس نے سمجھا"۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے بندے پر حقیقتِ احمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں توجہ فرمائی، اور یہاں اس ذات کا مراقبہ جو آپ ہی اپنا محبوب ہے اور حقیقتِ احمدی کا منشا بھی ہے ارشاد فرمایا۔ اس مقام پر نسبت کی بلندی انوار کی شعاعوں کے ساتھ ظہور فرماتی ہے، اور یہاں محبوبیتِ صرف کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک دن یہ عاجز حضرت پیر دستگیرؒ کے حلقے میں حاضر تھا کہ اس مقامِ عالی کی طرف متوجہ ہوا تو یہ واقعہ پیش آیا کہ خود کو محض عریاں رحمٰن جل شانہ کے سامنے پڑا ہوا پایا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا ظاہر کروں"۔

ایک مدت سے اس مسکین کے کمزور دل میں یہ خطرہ گذرتا تھا کہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے

ایں سخن در فہم قاصر نمی آید، چہ حقیقتِ کعبہ در حقائقِ الہیہ ست و حقیقتِ احمدی در حقائقِ انبیا است، پس چہ طور یک حقیقت باشد، روزے در حقیقتِ احمدی متوجہ بودم ناگہاں دیدم کہ ظہور حقیقتِ کعبۂ معظمہ واقع شد، و ندا، در دادند کہ عظمت و کبریائی ہم خاصہ محبوب ست و محبوبیت و مسجودیت ہر دو از شیونات آنحضرت ست، پس در سخن صاحبِ الطریقت جائے ریب و تردد نیست و حضرت پیرِ دستگیر خود را دریں مقام عالی بشانِ خاص یافتم، و دریں مقام محبوبیتِ ذاتی منکشف می شود، چنانچہ در خلت محبوبیتِ صفاتی بود و معنی محبوبیت ذاتی آنست، کہ محبوب را قطع نظر از صفاتِ جمیلہ او کہ عبارت از مثل خط و خال و غیرہ است، دوست می دارند فقط در ذاتِ او چیزے می باشد، کہ موجب تعشق می گردد، شاعرے می گوید۔ بیت

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد   بندۂ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد

دریں جا درود اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلَ صَلَوٰتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ کَذَالِکَ ترقی می بخشد۔

دائرہ
حُبِّ صرفہ ذاتیہ

بعد ازیں بندہ را پیرِ دستگیر در حبِ صرفہ ذاتیہ توجہ فرمودند دریں جا مراقبہ حبِ صرفہ ذاتیہ ارشاد کردند، دریں جا کمال علو و بے رنگی نسبت باطن ظاہر می شود، ایں مرتبہ بحضرت اطلاق و لاتعین اقرب ست، و ایں ہم از مقاماتِ مخصوصہ پیغمبرِ ما است صلی اللہ علیہ وسلم حقائقِ انبیاءِ دیگر دریں مقام نزد فقیر ثابت نمی شود، چہ نزد صاحب الطریقہ امامِ ربانی اول تعینے کہ حضرت لاتعین را لاحق گردیدہ، تعین حب ست،

ایک جگہ تحقیق فرمائی ہے کہ حقیقتِ کعبہ معظمہ بعینہٖ حقیقتِ احمدیؐ ہے۔ یہ بات میری فہم ناقص میں نہ آتی تھی کیونکہ حقیقتِ کعبہ تو حقائق الٰہیہ میں سے ہے اور حقیقتِ احمدیؐ حقائق انبیاءؑ میں سے ہے، پس یہ دونوں کس طرح ایک ہو سکتی ہیں۔ ایک روز میں حقیقتِ احمدیؐ میں متوجہ تھا کہ یکایک میں نے دیکھا کہ حقیقتِ کعبہ کا ظہور ہوا اور آواز آئی کہ عظمت اور کبریائی بھی محبوبیت کا خاصہ ہے اور محبوبیت اور مسجودیت دونوں حضرتِ حق جل شانہ کے شیونات میں سے ہیں۔ پس حضرت صاحب لطریقہؒ کے کلام میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اور میں نے حضرت پیر دستگیرؒ کو اس مقام میں ایک خاص شان کے ساتھ پایا، اور اس مقام پر محبوبیتِ ذاتی ظاہر ہوتی ہے جس طرح کہ مقامِ خُلت میں محبوبیتِ صفاتی ہوتی ہے، اور محبوبیتِ ذاتی کے معنی یہ ہیں کہ اپنے محبوب کو اس کی صفاتِ جمیلہ مثلاً خط و خال وغیرہ سے قطع نظر کرکے دوست رکھیں، فقط اس کی ذات میں ایسی بات ہوتی ہے جو موجب تعشق ہوتی ہے، کسی شاعر نے کہا ہے۔ بیت

محبوب وہ نہیں ہے کہ موے و کمر رکھے بندے ہو تم اس کے کہ ہو جس کی آن اور[1]

اس مقام پر یہ درود شریف ترقی بخشتا ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے اس غلام پر حبِّ صرفہ ذاتیہ میں توجہ فرمائی اور اسی کا مراقبہ ارشاد فرمایا۔ اس مقام پر نسبتِ باطن میں کمال بلندی و بے رنگی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ یہ مقام بھی حضرتِ اطلاق و لاتعین سے بہت ہی قریب ہے، اور یہ بھی ہمارے آقا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص مقاموں میں سے ہے، دوسرے انبیاء کرامؑ کے حقائق میرے نزدیک اس مقام پر ثابت نہیں ہوتے کیونکہ حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضرتِ لاتعین کے ساتھ جو پہلا تعین لاحق ہوا ہے وہ تعینِ حُب ہی ہے اور اسی پہلے تعین کو

---

[1] اقبال نے بھی خوب کہا ہے ؎
میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں غلغلہ ہائے الاماں بتکدۂ صفات میں

وہمان تعین اول را حقیقتِ محمدی قرار داده اند،

دائرہ لاتعین

بعد ازیں مرتبۂ لاتعین و حضرتِ اطلاق ست، دریں جا حضرت پیر دستگیر نیز غلام خود را بتوجہ خود سرفراز فرمودند، و ایں ہم از مقاماتِ خاصہ حضرت رسالت پناہی ست صلی اللہ علیہ وسلم، دریں جا ہم سیر قدمی نمی شود، اما سیرِ نظری البتہ می شود، لیکن نظر تا کجا کار خواہد کرد، خوش گفت. بیت

دامانِ نگہ تنگ گلِ حسنِ تو بسیار گل چینِ بہار تو ز دامانِ گلہ دارد

ایں است بیان سلوک کہ حضرت پیر دستگیر ایں بندۂ شرمندہ را دریں مقامات بتوجہ شریف ممتاز فرمودہ اند، اگر تمام عمر مصروفِ شکر ایں احسان شوم و خود را با خاک برابر ساختہ از خود نامے و نشانے نگزارم، ہنوز از ہزار یکے را ادا نہ کردہ باشم. ؎

گر بر تنِ من زبان شود ہر موئے یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد

فصل: دربیان بعضے مقامات کہ از راہِ سلوک علیحدہ افتادہ اند

و در بعضے ازاں ایں بندہ را حضرت پیر دستگیر بتوجہ خود ممتاز فرمودہ اند۔ اظہاراً للشکر بیان می نماید۔

دائرہ سیفِ قاطع

بدانکہ دائرہ سیفِ قاطع محاذی دائرہ ولایتِ کبری واقع شدہ است، اگرچہ ایں بندہ را دریں دائرہ توجہ نہ شدہ است لیکن بندہ از حضور پرنور استفسار احوال ایں دائرہ کردہ بود، و عرض بیان وجہ ایں اسم مر ایں دائرہ را نمودہ ارشاد فرمودند، کہ سیف قاطع نام ایں دائرہ برائے آن است کہ وقتے کہ سالک دریں دائرہ قدم می نہد، مانند شمشیر برندہ ہستی سالک را

حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) قرار دیا گیا ہے۔

ان تمام مراتب کے بعد مرتبۂ لاتعین وحضرتِ اطلاق کا مرتبہ ہے۔ اس مقام پر بھی حضرت پیر دستگیرؒ نے اپنے اس غلام کو اپنی خاص توجہ کے ساتھ سرفراز فرمایا اور یہ مقام بھی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاماتِ مخصوصہ میں سے ہے۔ یہاں پر بھی سیر قدمی نہیں ہوتی لیکن سیر نظری ضرور ہو جاتی ہے مگر نظر کہاں تک کام کرے گی۔ کسی نے خوب کہا ہے:

ہیں پھول ترے حسن کے ہر سمت شگفتہ کوتاہ نگاہی سے مجھے اپنی گلہ ہے

یہ ہے ان مقامات کے سلوک کا بیان جو حضرت پیر دستگیرؒ نے اس شرمسار غلام کو ان مقامات پر اپنی توجہ سے ممتاز فرمایا ہے۔ اگر میں اپنی تمام عمر اس احسان کے شکر میں صرف کر دوں اور خود کو ان کے قدموں کی خاک بنا کر اپنا نام ونشان بھی مٹا دوں تب بھی میں ہزاروں میں سے ایک شکریہ ادا نہ کرسکوں گا ؂

ہر رُواں ہو زبان تو شکر ترا
ایسی سو سو زبان سے ہو نہ ادا

فصل بعض ان مقامات کے بیان میں جو راہِ سلوک سے علیحدہ ہیں۔

اور ان میں سے بعض میں حضرت پیر دستگیرؒ نے اس بندے پر توجہ فرمائی۔ شکر کے اظہار کے لئے ان کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ سیفِ قاطع کا دائرہ ولایتِ کبریٰ کے دائرے کے بالمقابل ہے۔ اگرچہ اس بندے کو اس دائرے میں حضرت پیر دستگیرؒ نے توجہ نہیں فرمائی لیکن اس غلام نے حضرت پیر دستگیرؒ سے اس دائرے کے حالات دریافت کئے تھے اور اس دائرے کی وجہ تسمیہ بھی دریافت کی تھی تو ارشاد فرمایا کہ سیفِ قاطع نام اس لئے ہے کہ جب سالک اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو وہ اس کی ہستی کو شمشیر براں کی طرح کاٹ کر نیست ونابود کر دیتا ہے اور سالک کا

نیست ونابود می سازد، واز سالک نامے ونشانے نمی گذارد، لہذا ایں دائرہ را
سیفِ قاطع نام نہادہ اند۔

دائرہ قیومیت

دائرہ قیومیت از دائرہ کمالاتِ اولوالعزم ناشی شدہ است
اگرچہ در راہِ سلوک واقع ست لیکن معمول حضرت پیرِ دستگیرؒ
برائے توجہ دریں دائرہ نبود، سرش آں تواند بود کہ قیومیت منصب انبیاءِ اولوالعزم
ست، وبایں منصب عظیم الشان دریں امت مرحومہ اللہ تعالیٰ حضرت مجددؒ
الف ثانی را وحضرتِ ایشاں حضرت محمد معصومؒ وبعضے فرزنداں وخلفائے ایشاں را رضی اللہ عنہم
سرفراز فرمودہ، چنانچہ دریں وقت حضرت پیرِ دستگیر قیوم زماں وقطب دوراں
ہستند۔ ہرکسے را کہ مشیتِ ایزدی تعلق می گردد، بایں منصب سرفراز می فرمایند،
حاجت توجہ نیست۔ روزے بندہ فاتحہ پیراں خواندہ متوجہ ایں دائرہ بودم،
احوالے واسرارے بمیاں آوردند کہ تعبیر آں بزبانِ راست نمی آید وبفیضے خاص
دریں دائرہ مشرف گردیدم ایں معنی را بحضور پرنور ایشاں عرض نمودہ بودم، فرمودند
کہ دریں دائرہ متوجہ شدہ باشی، ازیں سخن امیدوارم کہ اللہ تعالیٰ بتصدقِ فرقِ
حضرت پیرِ دستگیر سرفراز فرماید۔ بیت

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

الحمدللہ کہ بعد مدتے در سال یکہزار ودوصد وسی وسوم نصف ماہ جمادی الاولیٰ
حضرت ایشاں بندہ را بشارت قیومیت عطا فرمودند، وارشاد کردند کہ مرا الہام شد
لہذا بتو ارشاد کردم۔ ودر مرضِ اخیر بندہ را از بلدۂ لکھنؤ طلبیدند وفرمانِ والاشان
بجہت طلب بندہ فرستادند، دراں مکتوباتِ عالی وسرفرازنامہائے متعالی نیز

نام و نشان تک نہیں چھوڑتا، اس لئے اس دائرے کا سیفِ قاطع نام پڑا۔
معلوم رہے کہ دائرۂ قیومیت، کمالاتِ اولو العزم کے دائرے سے نشو و نما پاتا ہے۔ اگرچہ یہ دائرہ بھی راہِ سلوک میں واقع ہے لیکن حضرت پیر دستگیرؒ کے معمول میں اس کی توجہ نہیں تھی۔ اور اس کا راز یہ ہو سکتا ہے کہ قیومیت انبیائے اولو العزم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منصب ہے اور اس امتِ مرحومہ میں اس عظیم الشان منصب پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرتِ ایشاں (حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ) اور ان کے فرزندوں اور خلفاءؒ میں سے بعض کو سرفراز فرمایا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں ہمارے حضرت پیر دستگیرؒ بھی قیومِ زماں اور قطبِ دوراں ہیں پس جس کسی کے لئے مشیتِ ازدی ہوتی ہے اس منصب پر سرفراز فرما دیا جاتا ہے، اس میں توجہ کی کوئی حاجت نہیں۔ ایک دن پیرانِ کبارؒ کی فاتحہ پڑھ کر جب میں اس دائرے کی طرف متوجہ ہوا تو ایسے احوال اور اسرار درمیان میں آئے کہ زبان سے بیان کرنا درست نہیں ہے، اس دائرے میں ایک خاص فیض سے مشرف ہوا، اور جب یہ بات حضور پرنورؒ سے عرض کی تو فرمایا کہ "تم اس دائرے میں متوجہ رہا کرو"۔ آپ کی اس بات سے میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت پیر دستگیرؒ کے سر کے تصدق سے مجھ کو اس دائرے کے فیض سے بھی سرفراز فرمائے گا۔ بیت

پھر اگر روح القدس کا فیض فرمائے مدد　　دوسرے بھی وہ کریں جو کچھ مسیحا نے کیا

الحمد للہ کہ ایک مدت کے بعد ۱۲۳۳ھ میں ماہ جمادی الاول کے وسط میں حضرت پیر دستگیرؒ نے اس بندے کو قیومیت کی بشارت دی اور ارشاد فرمایا کہ "چونکہ مجھے الہام ہوا ہے اسی لئے میں نے تم کو یہ خوشخبری دی ہے"۔ اور آخری مرض میں بندہ کو لکھنؤ شہر سے طلب کیا اور فرمان عالی شان بندہ کی طلب کے واسطے بھی بھیجا

بشارت ایں منصب عالی بہ بندہ عنایت فرمودند ازانجملہ دو مکتوب را
تبرکاً ابراز می نماید۔

مکتوب اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بخدمت شریف صاحبزادہ عالی نسب والا
حسب حضرت شاہ ابوسعید صاحب سَلّمکُمْ رَبُّکُمْ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
دریں ولا ایں فقیر را مرض خارش وضعف وشدتِ تنفس مستولی گردیدہ کہ طاقتِ
نشست و برخاست خیلے دشوار علاوہ ایں کہ درد در کمر از چندے طاری شدہ
کہ نماز را قعاد خواندن ہم محال، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب می فرمودند
کہ حضرت شاہ ابوسعید صاحب بالضرور پیش شما باشند، پس دریں وقت شدت
امراض بحدے رسیدہ کہ طاقت نشستن نماند، وفتور کلی در ستنہ ضروریہ آمدہ،
دریں وقت آمدن شما بسیار مناسب ست، جلد نزخود را برسانید وقبل ازیں
خطوط متواتر در طلب شما مع برکات تبرکاتِ جدیدہ روانہ کردہ شدہ تعجب ست
کہ قصدِ آمدن اینجانہ کردہ اید، ایں فقیر را بحسب ظاہر صحت محال، افسوس
کہ شما ایں قدر تاخیر می نمائید ؎

خوباں دریں معاملہ تاخیر می کنند

می بینم کہ منصبِ آخر مقامات ایں خاندان عالی شان بشما متعلق و والستہ شد
وپیشتر ازیں در بیماری سابق دیدہ بودم کہ شما بر چارپائی نشستہ اید، وقیومیت
بشما عطا کردند، سوائے شما قابل ایں توجہات غریبہ وعجیبہ کسے نیست، بمجرد
رسیدن ایں خط خود را جریدہ روانہ ایں صوب نمایند، وبرخوردار احمد سعید را

جو مکاتیب و سرفراز نامے بندے کے نام پر روانہ فرمائے ان میں بھی اس عالی منصب کی بندہ کو بشارت عطا فرمائی، ان میں سے دو مکتوبات تبرکاً درج کئے جاتے ہیں۔

مکتوب اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بخدمت شریف صاحبزادہ عالی نسب والا حسب حضرت شاہ ابو سعید سلمکم ربکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس وقت اس فقیر پر مرض خارش اور کمزوری اور شدت تنفس اس قدر غالب ہو گئی ہے کہ اٹھنا بیٹھنا بھی بہت دشوار ہو گیا ہے، علاوہ ازیں درد کمر اس قدر لاحق ہوا ہے کہ ادائے نماز بحالت اقعا (زمین پر دونوں ہاتھ رکھ کر گھٹنے کھڑے کر کے سرینوں کے بل بیٹھنا) دشوار بلکہ محال ہے حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ابو سعید صاحب کا اس وقت آپ کے پاس ہونا نہایت ہی ضروری ہے، پس اس وقت امراض کی شدت اس حد تک پہنچ گئی ہے، کہ بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رہی، اور میرے ستّہ ضروریہ (تنفس، کھانا، پینا، سونا جاگنا، حرکت و سکون، پاخانہ پیشاب، رنج و راحت) میں پورا پورا خلل واقع ہو گیا ہے۔ پس اس وقت آپ کا آنا بہت ہی مناسب ہے، لہذا بہت جلد تشریف لے آؤ۔ اس سے قبل متواتر خطوط اور جدید تبرکات روانہ کئے گئے، تعجب ہے کہ آپ نے یہاں آنے کا قصد نہیں کیا۔ اس فقیر کی صحت بظاہر محال معلوم ہوتی ہے افسوس ہے کہ تم اس قدر تاخیر کر رہے ہو ع

اچھے ہی اس معاملے میں دیر کرتے ہیں

میں دیکھ رہا ہوں کہ اس عالیشان خاندان کے مقامات کا آخری منصب تمہارے متعلق کیا گیا ہے۔ اور اس سے قبل اپنی سابق بیماری میں میں نے دیکھا تھا کہ تم میری چارپائی پر بیٹھے ہو اور منصب قیومیت تم کو عطا کیا گیا ہے، لہذا ان توجہات عجیبہ غریبہ کے قابل تمہارے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا اس لئے اس خط کے دیکھتے ہی

بجائے خود بگذارند، وبدعا حسنِ خاتمہ ودرود واستغفار وختم کلمہ طیبہ وقرآن مجید وختم پیران کبار ولقائے جان افزا واتباع حبیب خدا محمد مصطفٰے مدد فرمایاشید والسلام انتہی مکتوبہ الشریف۔

مکتوب ثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بجناب صاحبزادہ عالی نسب والاحسب حضرت شاہ ابوسعید صاحب واحمد سعید صاحب جعلہما اللہ للمتقین اماماً. بعد از سلام مسنون ودعائے عاقبت مشحون واضح می نماید، کہ مکرر رقیمہ ہائے فقیر برائے طلب شما فرستادہ شد معلوم نیست کہ بخدمت می رسند یا درراہ تلف می شوند، احوال مزاج فقیر بسیار سقیم ست، طاقت نشستن نماندہ، ہجومِ امراض دندانِ الرجل درداد ند، فقیر را بجز دیدنِ شما ہیچ آرزوئے نیست بلکہ از غیب القاء می شود، کہ ابوسعید را باید طلبید، وروحِ مبارک حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ برایں باعث ست ودیدہ ام کہ شما را برابرِ راست خود نشاندہ ام ومنصبے کہ آثار آں عنقریب عائد بشما می شود مفوض نمودہ خانقاہ شما را مبارکباد، جلد تر بیایند وتوکلاً علی اللہ اینجا آمدہ بہ نشینید، اگر اللہ تعالیٰ ہم را بیامرزید بصدقہ پیران کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم از توجہ وہمت قاصر نیستم ہرچہ فتوح از غیب برسد صرف باحتاجِ خود ووابستہ ہائے خود نمایند، وآنچہ باقی ماندہ بر فقراء تقسیم کنند، ہمہ اہل خانقاہ واکثر مردمانِ شہر شما را می خواہند، مثل احمد یار وابراہیم بیگ ومیر خورد و مولوی عظیم ومولوی شیر محمد، بلکہ جمیع مردمان شہر بارہا می گویند کہ میاں

تن تنہا اس طرف روانہ ہوجاؤ اور برخوردار احمد سعید کو اپنی جگہ چھوڑ آؤ، اور دعائے حسن خاتمہ اور درود شریف اور استغفار اور ختم کلمہ طیبہ اور قرآن مجید اور ختم شریف پیران کبار اور جان افزا ملاقات اور اتباع حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد کرو۔ والسلام۔ آپ کا پہلا مکتوب شریف یہاں ختم ہوگیا۔

دوسرا مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بجناب صاحبزادہ عالی نسب والا حسب حضرت شاہ ابوسعید صاحب و احمد سعید صاحب، اللہ تعالیٰ تم دونوں کو متقین کا پیشوا بنائے۔ سلام مسنون اور عافیت سے بھری ہوئی دعا کے بعد واضح کیا جاتا ہے کہ فقیر نے مکرر خطوط تمہارے بلانے کے لئے بھیجے گئے معلوم نہیں کہ تم تک پہنچتے ہیں یا راستے ہی میں ضائع ہوجاتے ہیں، فقیر کی حالت بہت ہی نازک ہے بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رہی، امراض کا ہجوم ہے اور صدائے کوچ بلند۔ فقیر کی بجز آپ کے دیدار کے اور کوئی آرزو بھی نہیں بلکہ غیب سے القا ہو رہا ہے کہ ابوسعید کو طلب کرنا چاہئے اور حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی روحِ مبارک بھی اس پر باعث ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ تم کو میں نے اپنی دائیں ران پر بٹھایا ہے اور وہ منصب جس کے آثار عنقریب تم پر وارد ہوں گے تمہارے سپرد کیا ہے یہ خانقاہ تم کو مبارک ہو، بہت جلد تشریف لائیں اور توکلاً علی اللہ یہاں بیٹھ جائیں اگر اللہ تعالیٰ نے پیرانِ کبار کے صدقے میں مجھ کو بخش دیا تو توجہ اور ہمت سے میں ناصر نہیں ہوں، غیب سے جو کچھ برآمد ہو اپنی اور اپنے متعلقین کی ضرورتوں میں صرف کریں اور باقی ماندہ فقراء پر تقسیم فرمادیں۔ خانقاہ والے اور شہر کے اکثر لوگ تمہارے ہی خواہاں ہیں جیسے احمد یار، ابراہیم بیگ، میر خورد، مولوی عظیم اور مولوی شیر محمد بلکہ تمام لوگ شہر کے بار بار کہتے ہیں کہ میاں ابوسعید خانقاہ کی سکونت و بود و باش کے لائق ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور

ابوسعید لائق اند، کہ در اینجا نشینند، و حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ واکثر اعزہ شہر بر اخلاقِ حسنہ و مسکنت و شکست و حفظ و مشغولی و بردباری شما نظر کردہ مجوز طلبیدن شما بلا شرکت غیر می شوند، بہر صورت عازم ایں جا شوند، در چوپالہ یا در گاڑی بیایند، اجرت کہاراں ایں جا دادہ خواہد شد، اجتماعِ اہل خانقاہ برایں شد کہ ایشاں را یعنی شما را باید طلبید، و مرا نیز الہام کردند کہ قابلیت ایں کار فقط در شما ست بعد استخارہا بیایند، و حاجت دیگر سے نیست اینجا باشید و رواج طریقہ شریفہ فرمائید، و تدبیرِ معاش را حوالہ بخدا کنید، حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل وعدۂ الٰہی کافی ست بگذارد بیاسا۔ وقت ما آخر رسید چند انفاس باقی ماندہ را بہ بینید، و فیضہا بردارید، شاید ایں آرزو بوقوع آید۔ بیت

مرگ آرزو کنم چو شوی مہربان من ۔۔۔ یعنی بہ بختِ خویش مرا اعتماد نیست

جناب حضرتین در وقتِ انتقال حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر بودند، رضی اللہ تعالیٰ عنہم و مردمان می گویند کہ ازیں ہر دو شخص یکے را متعین کنید تا بعد شما نزاع واقع نشود، اگرچہ در کاغذ وصیت نامہ مہر فقیر بگواہی ہر سہ میاں صاحب و دیگر اعزہ نام شما را اولیٰ و الیق نوشتہ ام، بالفعل شما را ترجیح دادم، و برخوردار احمد سعید را آنجا گذاشتہ بمجرد رسیدن رقیمہ ہمہ را جواب دادہ نزد ما بیایند، قبر ما در صحن ہمیں مکان خواہد شد و تبرکات بر بالین بر گنبد صنیق و مردماں وابستہ شما ہر وقتیکہ خواہند آمد۔ در ہر دو حویلی باشند و شما ایں جا بمزار ما باشید و اخراجاتِ خانقاہ ہمہ بر طور شما ست، بہر طور کہ مناسب

شہر کے اکثر رؤسا، آپ کے اخلاقِ حسنہ اور مسکنت طبع اور شکستہ حالی و سادگی مزاج اور امانتداری اور ذکر و شغل اور صبر و تحمل پر اعتماد کر کے آپ کے بلوانے کو بلا شرکت احدے صحیح و درست سمجھ رہے ہیں، بہرحال اس طرف آنے کا عزم مصمم فرمائیں پینس یا گاڑی پر تشریف لائیں، کہاروں کی اجرت یہاں سے دیجائیگی۔ اہلِ خانقاہ اس امر پر متفق ہیں کہ آپ ہی کو طلب کیا جائے اور مجھ کو بھی الہام ہوا ہے کہ اس کام کی قابلیت صرف آپ ہی میں ہے چند بار استخارہ کر کے تشریف لے آئیں، کسی دوسرے کی ضرورت نہیں، یہاں رہو اور طریقۂ شریفہ کو رواج دو، اور روزگار و معاش کی تدبیر بحوالہ خدا کرو، حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل خدائیتعالیٰ کا وعدہ کافی ہے، آؤ اور آرام اٹھاؤ۔ ہمارا اب آخری وقت ہے، ہمارے باقی ماندہ چند سانس کو پاؤ اور فیض اٹھاؤ۔ شاید یہ آرزو پوری ہو جائے۔ بیت

گر تم ہو مہربان تو ہے مطلوب مجھ کو موت ۔۔۔ قسمت پہ یعنی مجھ کو نہیں اعتماد کچھ

یہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پُرملال کے وقت دونوں حضرات (خواجہ محمد سعیدؒ و خواجہ محمد معصومؒ) حاضر ہیں اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ ان دونوں حضرات میں سے اپنی جانشینی کے واسطے ایک کو متعین فرمادیں تاکہ جناب کے بعد کسی قسم کا نزاع وقوع میں نہ آئے، اگرچہ میں نے وصیت نامے میں ہر سہ میاں صاحبان (شاہ رفیع الدینؒ و شاہ عبدالقادرؒ و شاہ عبدالعزیزؒ) و دیگر معزز حضرات کی شہادت کے ساتھ تمہارے نام کو ولی وا لیق لکھا ہے ولیکن اب میں تم کو ترجیح دیکر متعین کرتا ہوں، برخوردار احمد سعید کو وہاں چھوڑ کر اس خط کے پہنچتے ہی سب کو جواب دیکر ہمارے پاس پہنچ جاؤ، ہماری قبر اسی مکان کے صحن میں ہوگی اور تبرکات ہمارے سرہانے تنگ گنبد میں رکھے جائیں اور تمہارے

دانید، وبردباری وتحمل بسر برید ودعائے حسنِ خاتمہ ولقائے جان افزا واتباعِ جبیب خدا محمد مصطفےٰ فرمایند زیادہ والسلام۔ انتہی کلامہ الشریف۔

دائرہ حقیقتِ صوم

دائرہ حقیقتِ صوم محاذی حقیقتِ قرآنی واقع شدہ است، در رمضان در سال یکہزار ودوصد وبست وہفت حضرت پیر دستگیر بندہ را دریں حقیقتِ عالی توجہ فرمودند، وآثار وانوار ایں حقیقت عالی بریں ذرہ بے مقدار ورود فرمودند، وعدمیّت خاص وصمدیّت باختصاص ظہور نمودہ ازیں حقیقت حظّے وافر فرا گرفت فالحمد للہ علیٰ ذالك۔ بدانند کہ از سالہا آرزوئے آں داشتم کہ حضرت پیر دستگیر بندہ را بضمنیتِ خود سرفراز فرمایند، چہ ضمنیت آنحضرت بعینہٖ ضمنیت جبیب خدا ست، صلی اللہ علیہ وسلم۔ چہ حضرت پیر دستگیر را حضرتِ ایشاں شہید میرزا صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بضمنیت خود بشارت فرمودہ اند، وحضرت میرزا صاحب قبلہ را حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بضمنیتِ خود مبشر ساختہ وحضرت شیخ از پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بضمنیتِ کبریٰ امتیاز یافتہ وایں معنی را بارہا بخدمت فیض درجت حضرت پیر دستگیر عرض کردہ بودم تا آنکہ در سال ہزار ودوصد وسی ہجری در ماہ صفر نبوہ، ختم قرآن مجید کہ در حضور در نوافل اوابین ختم می کردم، باختتام رسید، بعد از ختم بہ بندہ ارشاد کردند کہ از ما چیزے خواہشے داری، بخواہ، بندہ عرض کردم کہ امیدوار ضمنیت حضرت ہستم، بندہ را از غایت بندہ نوازی نزدیک خود طلبیدہ بسینۂ مبارک چسپانیدہ تا دیر توجہ فرمودند، احوالے برمن ورود نمودہ کہ اظہار آں امرام

متعلقین جب چاہیں یہاں آکر دونوں حویلیوں میں رہیں اور تم اس جگہ ہمارے مزار پر رہو، اور خانقاہ کے سارے اخراجات تمہاری رائے کے موافق ہوں گے جس طرح تم مناسب سمجھو صرف کرو، تحمل اور بردباری سے کام لو، اور دعا حسن خاتمہ اور جان افزا ملاقات اور اتباعِ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھو والسلام۔ آپ کا کلام شریف ختم ہوا۔

اب معلوم رہے کہ حقیقتِ صوم کا دائرہ حقیقتِ قرآنی کے مقابل واقع ہوا ہے ۱۲۲۷ھ کے ماہ رمضان المبارک میں حضرت پیر دستگیرؒ نے بندے کو اس حقیقتِ عالی میں توجہ فرمائی۔ اس عالی حقیقت کے آثار و انوار اس ذرۂ بے مقدار پر وارد ہوئے، اور ایک خاص قسم کی عدمیت جیسی اور با اختصاص صمدیت و بے نیازی کا ظہور ہوا اور اس حقیقت سے میں نے بہت زیادہ لطف اٹھایا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

جاننا چاہئے کہ برسوں سے میری آرزو تھی کہ حضرت پیر دستگیرؒ اس بندے کو اپنی ضمنیت سے سرفراز فرمائیں، کیونکہ آپ کی ضمنیت بعینہٖ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت ہے اس لئے کہ حضرت پیر دستگیرؒ کو حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید قبلہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ضمنیت کی بشارت دی تھی اور حضرت میرزا صاحب قبلہؒ کو حضرت شیخ الشیوخ خواجہ محمد عابد سنامی رضی اللہ عنہ سے ضمنیت حاصل ہوئی تھی اور انھوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت کبریٰ کا امتیاز حاصل کیا تھا حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمت فیضدرجت میں بارہا میں نے عرض کیا تب جا کر ۱۲۳۰ھ کے ماہ صفر میں بندہ نے حضرتؒ کے روبرو اوابین کے نوافل میں پورا قرآن مجید ختم کیا۔ ختمِ قرآن مجید کے بعد حضرتؒ نے بندہ سے ارشاد فرمایا کہ ہم سے جو چیز مانگنی ہو مانگو۔ بندے نے عرض کیا کہ حضرت کی ضمنیت کا امیدوار ہوں، اس پر آپؐ نے بڑی نوازش سے بندہ کو اپنے قریب بلا کر اپنے سینۂ مبارک سے لگایا اور دیر تک توجہ فرماتے رہے، اس وقت مجھ پر ایسے احوال وارد ہوئے کہ ان کا اظہار ناممکن ہے اور حضرت پیر دستگیرؒ کے انوار مبارک میں ایسا استغراق ہوا کہ میں نے

ممکن نیست ودر انوار مبارک آنحضرت استغراقے بہم رسید، دیدم کہ باطنِ من آئینہ وارے مقابل باطن مبارک آنحضرت ایشاں شدہ ہر چہ در باطن آنحضرت موجودست بعینہٖ در باطن بندہ نمودار گردیدہ است، بر نہجے کہ فرق درمیان ہر دو باطن باقی نماندہ الا ما شاء اللہ سبحانہٗ قربان حضرت پیر دستگیر خود شوم کہ او تعالیٰ چہ کمالے وچہ قوتے حضرت ایشاں را عطا فرمودہ است کہ سگ گرگیں را از یک توجہ بمرتبہ قربِ می نوازند، ومرغک بے بال وپر را باز اشہب می سازند، رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ بَرَکَاتِہٖ وَنَفَعَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنْ کَمَالَاتِہٖ وَجَعَلَنِی اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ فِی الدَّارَیْنِ مِنْ عَبِیْدِ خُدَّامِیْہٖ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

چوں دریں مقاماتِ مسطورہ بندہ را توجہ فرمودند نقل اجازت نامہ تمام کہ بعدہ ترقیم آں نمودہ ام تبرکاً ایزاد می نمایم، در اجازت نامہ سابق بعضے عبارات زیادہ فرمودہ، بندہ را عنایت کردند۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ فقیر عبد اللہ معروف غلام علی عفی عنہ گذارش می نماید، کہ فضائل وکمالات مرتبت صاحبزادہ والا نسب حضرت حافظ محمد ابو سعید را اَسْعَدَہُ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ اشتیاقِ کسب نسبت باطنی آبار کرام خود رحمۃ اللہ علیہم پیدا شد، رجوع بہ فقیر آوردند، برعایت حقوق بزرگان ایشاں با ایں ہمہ عدم لیاقت خود از اجابت مسئول چارہ ندیدم، وتوجہات بر لطائف ایشاں کردہ شد بعنایت الٰہی بواسطہ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم در چندے لطائف ایشاں را جذباتِ الٰہیہ در رسید زیرا کہ معمول من ست کہ

دیکھا کہ میرا باطن آئینہ کی مانند حضور کے باطنِ مبارک کے محاذی و مقابل ہوا، اور جو کچھ بھی حضرت کے باطن میں موجود ہے بعینہ میرے باطن میں اس طرح نمودار ہوا کہ ہر دو باطن میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ مگر جو اللہ پاک نے چاہا۔ میں اپنے پیر دستگیرؒ کے قربان جاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کیا ہی کمال اور کیا ہی قوت بخشی ہے کہ وہ اس ناپاک کتے کو ایک ہی توجہ سے اقربیت کے مرتبے پر پہنچا دیتے ہیں اور بے بال و پر کی چڑیا کو سفید چمکدار باز بھی بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے برکات عطا فرمائے اور ان کے کمالات سے نفع پہنچائے اور مجھ کو دارین میں ان کے خدمتگار غلاموں سے بنائے اور اس دعا پر آمین کہنے والے پر بھی رحم فرمائے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

چونکہ حضرت نے ان تمام مقاماتِ مسطورہ میں اس عاجز بندہ پر توجہ فرمائی، اور بعد ازاں اجازت نامہ بھی عطا فرمایا، لہٰذا اب پورے اجازت نامہ کی حسب وعدہ تبرکاً نقل کرتا ہوں، سابق اجازت نامہ ہی میں میں کچھ اور عبارتیں اضافہ فرما کر اپنے غلام کو اجازت نامہ عنایت فرمایا، وہ یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: فقیر عبد اللہ المشہور بہ غلام علی عفی عنہ گذارش کرتا ہے کہ فضائل و کمالاتِ مرتبت صاحبزادہ والا نسب حضرت حافظ محمد ابو سعید (اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں سعادتمند کرے) کو اپنے آباء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی باطنی نسبت حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا، بناءً علیہ انھوں نے اس فقیر کی طرف رجوع فرمایا، فقیر نے باوجود اپنی اس تمام عدم لیاقت کے ان کے بزرگوں کے حقوق کی رعایت کر کے ان کے سوال کی اجابت سے کوئی چارہ نہ دیکھا اور ان کے لطائف پر توجہات کی گئیں، خدائے تعالیٰ کی

توجہات بر لطائف خمسہ مقامی کنم، وتوجہ وحضور با کیفیات وبعضے اسرار ایشاں را دست داد، وآں توجہ استہلاکی یافت ورنگے از فنا در باطن ایشاں طاری شد وظہور پرتوی از توحید حالی افعالِ عباد را از نظر ایشاں مستور گردانید، ومنسوب بحضرت حق سبحانہ یافتند، پس توجہ بر لطیفۂ نفس کردہ شد بعروج ونزول در آنجا مستہلک آں حالات گشتند وانتساب صفات خود بحضرت حق سبحانہ یافتند، وآنا را شکستگی رسید، کہ اطلاق لفظ انا بر خود متعذر دانستند ونوری از وحدتِ شہود بر باطنِ ایشاں تافت، ممکنات مرایای وجود وتوابع وجود حضرتِ حق سبحانہ شناختند، بعد ازاں توجہ والقائے انوار نسبت بر عناصرِ ایشاں کردہ میشود، وجذبے وتوجہے عناصر را دریافتہ فالحمد للہ علیٰ ذالک، وآنچہ دریں جا نوشتہ ام باظہار واقرارِ ایشاں نوشتہ شد وایں ہمہ حالات وواردات ایشاں من ہم دریافتہ ام، واصحاب من ہم شہادت آں ہمہ بعنایتِ الٰہی سبحانہ دربارہ ایشاں دادند فالحمد للہ علیٰ ذالک، واز کرم کریم کارساز سبحانہ بواسطہ مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم امیدوارم، کہ بشرط التزام صحبت ترقیات کثیرہ فرمایند، وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

پس دریں صورت ایشاں را اجازت تلقین طریقہ نقشبندیہ احمدیہ دادہ شد، کہ تعلیم اذکار ومراقبات والقائے سکینہ در قلوب سالکان نمایند بعنایت الٰہی وفاتحہ بر ارواحِ طیبہ قادریہ وچشتیہ رحمۃ اللہ علیہم بجہت حصول توسل ایشاں باں کبرائے عظام وافاضہ فیوضِ آں اکابر در باطنِ ایشاں نیز خواندہ شد تا دریں دو طریقۂ علیہ ہر کہ از ایشاں توسل خواہد بیعت از ایشاں گیرند وشجرہ ایں حضرات باو عنایت نمایند، وتلقین وتربیت بطریقہ نقشبندیہ احمدیہ فرمایند اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔

مہربانی سے بطفیل پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے لطائف پر جذباتِ الٰہیہ نے فضل فرمایا۔ کیونکہ میرا معمول یہ ہے کہ لطائف پنجگانہ پر یکبارگی ہی توجہ کرتا ہوں، اور ان کو توجہ اور حضور اور کیفیات اور بعضے اسرار حاصل ہوئے اور اس توجہ کی وجہ سے ان میں ایک نوع کا استہلاک پیدا ہوا اور فنا کا رنگ ان کے باطن میں لاحق ہوا اور توحیدِ حالی کے پرتو کے ظہور نے بندوں کے افعال کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور انھوں نے ان افعال کو حضرت حق سبحانہ کی جانب منسوب پایا، بعد ازاں ان کے لطیفۂ نفس پر اس کے عروج و نزول میں توجہ کی گئی تو وہ اس مقام کے حالات میں وہاں مستہلک ہو گئے اور انھوں نے اپنی صفات کو حضرتِ حق سبحانہ کی طرف منسوب پایا اور ان کے انا کو اسقدر شکستگی حاصل ہوئی کہ انھوں نے اپنے اوپر لفظ انا کا بولنا دشوار جانا اور ان کے باطن پر وحدتِ شہود کا کچھ نور چمکا اور تمام ممکنات کو حضرت حق سبحانہ کے وجود و توابعِ وجود کا آئینہ شناخت کیا، بعد ازاں ان کے عناصر پر توجہ اور نسبت کے انوار کا القا کیا جا رہا ہے اور انھوں نے عناصر کے جذب اور ان کی توجہ کو بھی معلوم کر لیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ اور اس جگہ میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے ان کے اظہار و اقرار سے لکھا ہے اور ان کے تمام حالات و واردات کو میں نے خود بھی معلوم کر لیا ہے اور میرے یاروں نے بھی ان کے بارے میں خدائے حق سبحانہ کی ان عنایات کی شہادت دی ہے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک اور کریم کارساز سبحانہ، کے کرم سے بطفیل مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم میں امیدوار ہوں کہ بشرط التزام صحبت ان کو بہت کچھ ترقیات ہونگی اور اللہ تعالیٰ پر یہ امر ہرگز ہرگز دشوار نہیں پس اس صورت میں ان کو طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم کی اجازت دیدی گئی کہ خدائے پاک کی عنایت و مہربانی سے اذکار و مراقبات کی تعلیم دیا کریں اور طالبوں کے دلوں میں سکینت و اطمینان بھی ڈالا کریں اور فاتحہ بہ نیت ایصال ثواب بارواح طیبہ مشائخ قادریہ و چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم بھی پڑھی گئی تا کہ ان کو ان کبار اعظام کے ساتھ توسل حاصل ہو اور نیز ان کے باطن میں ان اکابر کے فیوض و برکات حاصل ہوں اور ان دونوں طریقہ علیہ میں جو کوئی ان سے توسل چاہے وہ اس سے بیعت لیں اور ان حضرات کا شجرہ اس کو عنایت فرمائیں، اے خدا تو ان کو متقیوں اور پرہیزگاروں کا پیشوا بنا، آمین۔

پس وصیت می کنم، ایشاں را بدوامِ حفظ نسبت باطن و پرداخت حضور و توجہ و یادداشت، در جمیع اوقات و اوضاع و در جمیع اعمال اتباع سنن حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم و تعمیر اوقات بنوافل و عبادات و ادائے صلوٰۃ بکمالِ تعدیلِ ارکان و اذکار و تلاوت و درود و استغفار و تفویض امور بحضرت کارساز سبحانہٗ، اللھم کن لہ کفیلا فی الامور کلھا برحمتک یا ارحم الراحمین - الحمد للہ کہ بعد ازیں در مدتے بالتزامِ صحبت کار سلوک بآخر مقامات برسانیدند، و با جمیع درجات طریقہ احمدیہ مناسبت پیدا کردند، اللہ تعالیٰ در عرض و طول نسبتہائے احمدیہ ایشاں را رسوخ عطا فرماید، و از انوار و اسرار و کمال و تکمیل ایں طریقہ بہرہ وافر عطا و کرامت فرماید و طالباں را از جمیع مقامات ایں طریقہ بتوجہاتِ ایشاں از نسبت قلبی و نسبت فوقانی بہرہ ور گرداند فالحمد للہ علی ذالک - مقصود از سلوک طریقہ تہذیب اخلاق و دوام توجہ بجناب الٰہی ست، تا انکسار و نیاز و اخلاص نقد وقت باشد، ظاہر بتبع سننِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم و باطن معرض از ماسوای متوجہ بجناب کبریائی سبحانہ گردد - مثنوی

قرب نے بالا و پستی رفتن ست   قرب حق از قیدِ ہستی رستن ست

واقعات را از تقدیرِ الٰہی یا از افعال الٰہی سبحانہ دیدہ، بتوکل و رضا و تسلیم باید پرداخت والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ کذلک -

راقم گوید، بعد ترقیم ایں رسالہ در حضور حضرت پیر دستگیر بردم، بعد مطالعہ ایں عبارت ارقام فرمودند، آں عبارت را تبرکاً ایزاد می نمائم -

اب میں ان کو امورِ ذیل کی وصیت کرتا ہوں (۱) اپنی نسبتِ باطنی کو ہمیشہ محفوظ رکھنا (۲) حضور و توجہ میں مشغول رہنا (۳) جملہ اوقات و حالات میں یادداشت کو نہ چھوڑنا۔ (۴) تمام اعمال میں حضرت حبیب رب العالمین کے سنن کی متابعت کرنا (۵) اپنے تمام اوقات کو نوافل و عبادت کے ساتھ گذارنا اور بکمال تعدیل ارکان کے ساتھ ادائے نماز کرنا اور دوسرے اوراد و اذکار و تلاوت کلام مجید و درود و استغفار و تفویض امور بحضرت کردگار سبحانہ سے معمور رکھنا۔ اے خداتو ان کے تمام امور میں ان کا کفیل بن جا۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

الحمد للہ کہ اس کے بعد انھوں نے کچھ مدت میں التزام صحبت کی وجہ سے سلوک کا کام آخر مقامات تک پہنچایا اور طریقۂ مجددیہ کے تمام مدارج سے مناسبت حاصل کی، اللہ تعالیٰ زمین کے طول و عرض میں ان کی مجددیہ نسبتوں کو رسوخ عطا فرمائے اور اس طریقہ کے انوار و اسرار و کمال و تکمیل سے کامل حصہ عنایت کرے اور اس طریقہ کے تمام مقامات سے ان کی توجہات کے باعث طالبوں کو نسبتِ قلبی اور نسبتِ فوقانی سے بہرہ مند کرے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

طریقہ کے سلوک سے مقصود اخلاق کی آراستگی اور جنابِ الٰہی میں ہمیشہ متوجہ رہنا ہے تاکہ شکستگی و نیازمندی اور اخلاص ہر وقت موجود رہے، اس کا ظاہر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا پابند اور باطن ماسوائے حق سے روگرداں اور جنابِ کبریائی سبحانہ کی طرف متوجہ رہے۔ مثنوی

زیر و بم میں بانسری کا قرب ہے — خود کے مٹنے میں خدا کا قرب ہے

اپنی ہستی کو مٹا دینا ہے معراجِ فنا — ہے اسی پر عاشقوں کے دین و مذہب کی بنا

واقعات و حوادث زمانہ کو تقدیر الٰہی یا اللہ تعالیٰ کے افعال سے خیال کرکے توکل اور رضا و تسلیم کے ماتحت رہنا چاہئے۔ والحمد للہ اولاً و اٰخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و اٰلہ و اصحابہ کذٰلک۔

راقم الحروف (مصنفؒ) کہتا ہے کہ میں نے یہ رسالہ لکھ کر حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے مطالعہ فرمانے کے بعد یہ عبارت تحریر فرمائی، تبرکاً نقل کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد و آلہٖ واصحابہ
کہ فقیر عبد اللہ عرف غلام علی عفی عنہ ایں رسالہ را مطالعہ نمودہ از آنچہ دریں
رسالہ مذکور ست بسیار مسرور و محظوظ گردید، و برائے صاحب ایں رسالہ
دعائے خیر کرد، و می کند اللہ تعالیٰ بواسطۂ پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم ایشاں
را وسیلہ شیوع طریقہ احمدیہ کثّرا اللہ سبحانہٗ اھلھا فرماید، و آنچہ
دریں اوراق نوشتہ اند بمستفیدانِ ایشاں برساند، چنانچہ آبا رکرام ایشاں را
رحمۃ اللہ علیہم امام و مرشد و مروّجِ ایں طریقہ عالیہ فرمودہ است، ایشانرا
نیز سراجِ ہدایت و شمس رشادت گرداند و در عمر ایشاں برکت نمودہ معمر و
صالح نماید و آنچہ تحریر کردہ اند، موافق علوم و معارف حضرت مجدد ست،
رضی اللہ عنہم۔ اللھم زد فزد۔

ذکر ایں بندہ ناچیز درایں رسالہ ضروری نیست آرے اظہارِ نعمت
و شکر منعم لازم است و ذکر واسطۂ آں ست۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَالْبَرَکَاتُ
الزَّاکِیَاتُ ۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والمنہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد وآلہ واصحابہ کہ فقیر عبداللہ عرف غلام علی عفی عنہ نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا، اس میں جو کچھ مذکور ہے اس سے بہت ہی مسرور محظوظ ہوا اور صاحبِ رسالہ کے حق میں دعائے خیر کی اور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بطفیل پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم ان کو طریقۂ مجددیہ کے شیوع کا ذریعہ بنائے، اللہ سبحانہ اس طریقہ کے اہل کو ترقی و کثرت عنایت فرمائے، اور جو کچھ انھوں نے ان اوراق میں تحریر کیا ہے ان کے مستفیدین کو پہنچائے، اور جیسے ان کے آبا۶ کرام رحمۃ اللہ علیہم کو امام و مرشد اور اس طریقہ عالیہ کا مروج فرمایا ہے ان کو بھی ہدایت کا چراغ اور رشد کا آفتاب بنائے اور ان کی عمر میں برکت عطا کر کے درازِ عمر اور صالح کرے۔ اور اس رسالہ میں جو کچھ انھوں نے درج کیا ہے وہ تمام حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم و معارف کے موافق اور مطابق ہے۔ اللھم زد فزد۔

اس ناچیز بندہ کا تذکرہ اس رسالہ میں ضروری نہ تھا، ہاں البتہ نعمت کا اظہار اور منعم کا شکر تو واجب و لازم ہے اور ذکر اس کا ذریعہ ہے: الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد والہ واصحابہ والبرکات الزاکیات۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ رسالہ ہدایت الطالبین

(حضرت شاہ ابو سعید دہلوی قدس سرہ کے کسی معتقد نے ہدایۃ الطالبین کا دیباچہ اور خاتمہ لکھا تھا وہ بطورِ ضمیمہ یہاں درج کیا جاتا ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلَّامِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَیْرِ الْاَنَامِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ دُعَاۃِ النَّاسِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَعَلٰی اَوْلِیَائِہٖ شَارِفُوْا بِالْاَحْوَالِ وَالْمَقَامِ وَزَیَّنَ سَرَائِرَھُمْ بِنُوْرِ الْفِرَاسَۃِ وَالْاِلْھَامِ۔ رشحاتِ اقلامِ عنبر فام و نتائجِ افکارِ دُرر نظام کہ غُررِ اصدافِ الفاظش بغوصِ غواصانِ ارقامِ افادت و افاضت از غور بحرِ دانش با ساحلِ انتظام آمدہ و از قوتِ ادراکِ جذبات در وجدانِ صحیح و کشفِ صریح در عرصۂ بیان جلوہ نمودہ و ارتسام پذیرفتہ و از کتمِ سرادقِ الغیب در تبیانِ اظہار در عبارتِ اختصار برا اہلِ استحضار قیام دادہ و عرائسِ ابکارِ حقائق را در حدیقۂ صدورِ طلاب حدقۂ قلوبِ اصحاب بسلطانِ وجدانِ یقین و سرائرِ ضمائرِ اہلِ تمکینِ احبابِ حق الیقین عطا بخشیدہ بل بخواص و عوام و بر کافۂ انام مقنعۂ ستر و استتار از روئے آں برداشتہ در معرضِ ظہور آوردہ و منظرِ عالمِ عالمیان گردانیدہ رغبت تمام امم و میل ارباب ہمم را دراں آرام دادہ: بیت

ایں نسخہ کہ قدرِ معنی از وے بفزود	چنداں بسوادِ آں معانی در بود
کز تابشِ نورِ معنی اندر دلِ شب	چوں مہرِ فلک ہزار خورشید نمود

اما بعد ایں رسالہ ایست مسمّٰی بہ "ہدایت الطالبین" از حضرت شیخ المسلمین قدوۃ السالکین، زبدۃ الواصلین، قطب الاقطاب، غوث الشیخ والشاب، فریدِ زماں، وحیدِ دوراں، کاشفِ اسرار، مطلعِ انوار، قلزمِ جذبات، عمانِ حالات، بازِ بلند پرواز، عندلیبِ گلشنِ راز، عنقائے ملکِ ناسوت، سیمرغِ قافِ جبروت، مجموعۂ کمالات، سرچشمۂ کرامات، منبعِ صدق و صفا، ینبوعِ جود و عطا، کانِ وفا، جانِ سخا، صاحب الحلم والحیا، نہ طاقِ تداویر کوکبِ فضل و کمال

مشتاق نفاسیر الاعزو الاجلال - ابیات

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیا ۔ واصلِ حضرت ندیم کبریا

مفخرِ ملت بہائی شرع و دین ۔ جانِ پاکش منبع صدق و یقین

از وجودِ او بنزدِ دوستاں ۔ جنت الماوی شدہ ہندوستاں

سعدِ دین و ملت آں مقبول حق ۔ نہ فلک بر خوانِ جودش یک طبق

قطعہ

نامِ پاکش بوسعید آں ہادیِ حق الیقین ۔ حامیِ دینِ محمد بانیِ شرعِ متین

والیِ ملکِ جہاں آں صفدرِ اندوہ و غم ۔ شافیِ امراضِ قلبی دافعِ رنج و الم

گوئے میدانِ ملاحت معدنِ صدق و صفا ۔ عرصۂ کانِ صباحت کاشفِ نور الہدی

شیخی و امامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس دربیانِ سلوک و معارف و بیانِ انوار و اسرار در سمطِ تحریر و در سلکِ تقریر مستغنی فرمائے ہر خاص و عام ست ایراد فرمودہ اند و طالبان را فیضیاب و عاشقان را کامیاب گردانیدہ اند جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء ۔ ؎

زہر یک نقطہ اش چوں سنبلِ تر ۔ شمیمِ وصلِ جاناں می زند سر

ولے آں کز برودت در زکام ست ۔ چہ داند نافہ اش گر در مشام ست

الحق رسالہ ایست دلکش و محبوبہ ایست مہوش، گنجینہ ایست مخفی و خزینہ ایست مختفی، دفینہ ایست مدفون و سِر ایست مشحون، رمز یست ہویدا و غزالہ ایست پیدا، مطلبیست اعلیٰ و مقصدیست اقصیٰ، غایتِ تحقیق و نہایتِ تدقیق، مکشوفِ صحیح و وجدانِ تنقیح، ذکر یست عالی و فکر یست متعالی، سلسلہ ایست والا مراتب و شجرہ ایست عالی مناقب، احمد وراثت صدیق منقبت، سلمان رفعت قاسم صفوت، جعفر خصلت، سلطان قربت، خرقانی منزلت، بوعلی حکمت، یوسف خلقت، غجدوانی خلعت، عارف زینت، محمود ہیبت، علی ہمت، بابا عزت، امیر حشمت، نقشبند طلعت، عطار رافت، یعقوب فطرت، احرار شفقت، زاہد شوکت، درویش خلوت، خواجگی کسوت، بیرنگ نسبت، مجدد طینت، معصوم سیرت، سیف صولت، نور جلوت، مظہر صورت، عبداللہ غیرت، سعید بہجت، مرحبا مستغانِ نیک فرجام را کہ چوں گوشِ ہوش شان شعلۂ انوار

این معارف سینہ افروختہ گردد و کمرِ ہمت چست بستہ در کسب آں کوشند و ہر چہ ازین نکات در درکِ شان درآید بزبانِ حال بترانۂ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا مترنم ساختہ راہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد پویند و ہر چہ ازیں دقائق در قوت قاصرۂ شان درنیاید راجع بقرائح ناقصۂ خود ہا داشتہ از حسد و تعصب دوری جویند چہ ایشان در اظہار ایں اسرارِ غریبہ درمیان نیند، تا مامور نشدہ اند سطرے ازاں برنہ نگاشتہ، و خوشا وقت آں طالبانِ صادق کہ بسمومِ نیت و صفاءِ ہمت خدمت صاحبِ ایں حالاتِ متفردہ را سرمایۂ سعادتِ عظمیٰ انگاشتہ ملتزم صحبت مثمر خیرات برکاتِ ایں عزیزاں شوند و بخلوص ارادت و صفا طویت زلہ برداری و خاک روبی آستان فلک آشیان ایں بزرگواراں را عزِ وصول و زینتِ قبول پنداشتہ در امرے از امور قولاً و فعلاً و عقلاً مخالفت ایشاں نورزند مترصد باشند کہ از دولتِ توجہات علیہ ایں طائفۂ عالیہ دریچۂ از بواطنِ شان کشودہ مجلائے آفتابِ احدیت گردد و مترقب بوند کہ از شقِ غیب ماہتابِ ہویت تافتہ بصیقل زنگار دلہائے مغشوشہ نماید بل خضروشی دستِ شان فراگرفتہ بزلالِ وصال سیراب گرداند و عیسیٰ نفسی برایشاں دمیدہ بحیاتِ ابدی رساند وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ اِنَّہٗ مُجِیْبٌ بِکُلِّ سَائِلٍ وَمُیَسِّرٌ لِکُلِّ عَسِیْرٍ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ مثنوی

سعیدِ ازل آمدہ نامِ او سعادت بود اولیں کامِ او
ز رحمت کہ بودہ خزائن ہزار کلیدش بدو دادہ پروردگار
بہ ملکِ طریقت شہِ بے نظیر بکوے حقیقت فتشیخ کبیر
چو جبریل در راہِ عرفاں دلیل نبی را حبیب و خدا را خلیل
بہ محبوبیش برگزیدہ خدا بقیومیش برستودہ قضا
ز بہرِ غریباں پئے اعتبار بود آیتِ رحمت از کردگار
امینِ زماں بردہ دارِ زمیں بہ روے زمیں آسمان بریں
بہ ہندوستاں گرچہ دارد مقام بہ بالاے ہفتم فلک راندہ گام
گزشتہ بیک گام زیں نہ طبق زقدوسیاں بردہ گوے سبق

به ملکِ امارت ولایت برو | به کوئے نبوت وراثت برو
مربع نشینِ مسدس سرا | براهش جبیں سوده هفتم سما
چو مهرش بسے مرغِ زریں بدام | چو ماهش بهر سو هزاراں غلام
نگیں گشته در حلقهٔ اولیاء | چو در انبیاء خاتم الانبیاء

بکویش بود یک جهاں بل مزید
چو ذوالنون مصری و چوں بایزید

فرد:-

بسے پیراں به نزدش طفلِ راهند | چو من لب تشنۂ نیمے نگاهند

چوں امامِ جهاں مقبولِ یزداں، قبلۂ درویشاں، کعبۂ صفا کیشاں، تاج الاولیاء، شیخ العرفاء، گلِ بوستانِ احمدی و شگوفۂ چمنِ مجددی، نخلِ حدیقۂ معصومی و قیم طریقۂ نقشبندی، صاحبِ سرِ خفی و جلی، سلسلہ جنبانِ غوثیه و مسند آرائے چشتیہ، سرحلقۂ کبرویہ، واسطۂ فیضِ سهروردیہ یعنی حضرت شیخی و امامی قدسنا الله بسره الاقدس، خلع خلعتِ فنا و لبس جامۂ بقا نمودند و شیشۂ حیات را از شرابِ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لبریز از دستِ ساقی شوق گرفتند و عندلیبِ روحِ مبارکش آهنگ گلشنِ لاهوت و خلاصی از قیدِ قفس ناسوت نمود و جانِ پاکش چوں باز از دستِ شاهِ بهر شکار عصفوراں جسته بود رجوع قهقری نمود بسوئے سلطان باز گشت۔ بیت

شاهبازِ دستِ شاهم جسته بودم بر شکار | باز می گردم باں سلطانِ خوباں الوداع

به زبانِ الهام ترجمان فرمودند و جسمِ نازکش که آیتے بود از آیاتِ الٰہی بهر تربیتِ ناقصاں هوائے خلوت خانۂ خاموشی و معتکف آستانۂ وصلِ عریانی گرفت و ندائے اِرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ در ضمیرِ خورشید نظیرش در رسید و صدائے أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ بسمعِ مقدس آمد و نسیم فَاسْتَقِمْ وَلَا تَخَفْ در مشامِ جانش وزید و نفحۂ طال شوق الابرار الیٰ لقائی در طینتِ پاک سرشت و وجودِ مظهرِ انوار دمید و از قدحِ زلالِ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا هزار ذوق چشیده سیرِ عالمِ علوی نمود، و خورشیدِ جهاں تابش در تتقِ غیب الغیبی و سرادقاتِ لاریبی فرو نشست و ظلمتِ

لیلۃ الدراج ظہور نمود و صبحِ وصال بشامِ ہجران مبدل گشت و عسکرِ اندوہ و غم چوں سپاہِ زنگیان
بملکِ روم تاختند و قماش و متاعِ دل را بیغما بردند اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تاریخِ ولادتِ آنجناب را چنیں فرمودہ اند "حافظِ دو عالم و ولی بادا"۔ الحق چناں بودند۔
و تاریخِ وصالِ آنحضرت را صاحبزادۂ والا مناقب خیر المراتب حافظ کلامِ باری محمدی
حضرت حافظ عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالی کہ فرزندِ دوم آں قدوۂ اہلِ کبار و متکار
ابرار اند چنیں فرمودند بنور اللہ مضجعہ۔ و مولوی خلیل احمد کہ از اجلۂ فضلا و
علمائے عصر اند فرمودند ؎

امام و مرشدِ ما شاہ ابو سعید سعید — بروزِ عید چو شد واصلِ جنابِ خدا
دلِ شکستہ و مغموم گفت تاریخش — ستونِ محکمِ دینِ نبی فتادہ ز پا

و دیگرے فرمودہ۔ سراجِ روشنِ مجددیہ گم شد۔
و دیگرے فرمودہ۔ داغ بر دل داد۔ واللہ اعلم الی سبیل الرشاد۔

در خاطرِ یکے از درویشاں چنیں قرار یافتہ کہ رسالۂ در بابِ سفر و حضر آں قبلۂ انام
مشتمل بر فوائدِ ضروریہ محتوی بر احوالِ سنیہ و ملفوظاتِ قدسیۂ آنجناب و ذکرِ اولادِ کرام و صاحبزادہ ہائے
عالی مقام و ذکرِ خلفائے ذوی الاحترام اجمالاً و تفصیلاً ارقام نمودہ آید۔ اما از روئے بے ابابی
و احتیاجی عنانِ قلم ازاں گردانیدہ است۔ مقصود اینجا از تسویدِ رسالہ ہدایۃ الطالبین
و مرقاۃ السالکین بودہ نسخۂ مصحح و منقح کہ خالی از تغییر و تبدیل و مبرا از غلط فاحش
بعبارتے کہ از زبانِ شکرفشانِ آنجناب و از خامۂ عنبر فشاں حضرت ایشاں قدس سرہ
در عرصۂ بیان و مظاہرِ اعیان تبیین و متین در منہرِ اظہر جلوہ دادہ است انتساخ نماید
و می خواست کہ در ادبی ایں رسالہ چیزے از القابِ آنجناب نوشتہ در نظرِ احباب و زیادتِ
رغبتِ طلاب گرداند سخن بطول کشید و بملال انجامید۔

پوشیدہ نماند کہ حضرت قبلۂ عالم و مظہرِ فیضِ اُمم را کہ زیارتِ حرمین شریفین زادہما اللہ
تعظیماً و تکریماً دامنگیرِ خیال شد و عزم مصمم گشت و اسبابِ سفر مہیا گردید خلف الصدق رشید
حافظ قرآن مجید سلالۂ خاندانِ کرام و نتیجۂ اولیائے عظام و نمونۂ کبرائے ذوی الاحترام

شریعت شعار، طریقت آثار، معارف دِثار، حقیقت شمار، علامۃ العلماء المحققین، فہامۃ الفضلاء المدققین، نہ طاق تداور کواکب الفضل والکمال، مشاق تفاسیر العز والاجلال، سعد الدنیا والدین، الہٰی تا آفتاب جہاں تاب عالی جناب کامیاب قبلۂ شفقت و مہربانی بر فلک اطلس مرحمت و زندگی در نور افزائی است ہمیشہ در بساطِ عشرت و شادمانی با عروسِ مطلب کامرانی ہم آغوش، و بادہ از جامِ شوق با ہزاراں ذوق در گلشن حیات ذاتِ والادرجات در نوش، و نہالِ قامت با ستقامت در شریعتِ غراو طریقتِ بیضا، در چمنِ اقبالِ حقیقت، و در بوستانِ معرفت بہ آبِ مرحمت از جوئبار مکرمت بار آور گردیدہ بکمال رتبۂ علوی رسیدہ و پیوستہ سجادۂ رشد و ہدایت وہادیٔ گمراہانِ وادیٔ جہالت و ضلالت از وجود شریف مستفیض و صدور طلاب از توجہ و ہمتِ ایشاں مستفید باد۔ وہمیشہ امداد و تائیدِ الٰہی از فیوضاتِ نامتناہی بر ظاہر اظہر و باطن انور، حافظ حدود احکام شرع مجید مولانا مخدوم و مناجاب حضرت شاہ احمد سعید صاحب دام برکاتہ وافاض علینا افاضتہ کہ فرزند نخستین آنجناب اند در مسند ارشاد بہر افادۂ اہل رشاد قائم مقام خود گردانیدہ اختیار سفر مرقومۃ الصدر آنفا نمودند، مصنف جواہر علویہ حضرت شاہ رؤف احمد صاحب مجددی اند در احوال پیر و مرشدِ خویش یعنی حضرت عبد اللہ المعروف بہ شاہ غلام علی قدس سرہٗ نوشتہ اند، ومراد از حضرتِ ایشاں ہمیں حضرت موصوف اند، در جواہر علویہ آوردہ کہ برخوردار سعادت آثار مولوی احمد سعید بن شاہ ابو سعید سلمہما اللہ تعالیٰ بیعت و اجازت و خلافت از حضرتِ ایشاں دارند و از والد ماجدِ خود نیز حضرت ایشاں در احوالِ ایشاں نوشتہ اند کہ احمد سعید فرزند حضرت ابو سعید بعلم و عمل و حفظِ قرآن مجید و احوالِ نسبتِ شریفہ قریب است بوالد ماجد خود۔ انتہیٰ کلامہ الشریف۔ از زبانِ الہام ترجمان حضرت قبلۂ خود شنیدہ ام کہ روزے باصحابِ صدق و صفا و احباب عرفا خود خطاب نمودہ فرمودہ اند کہ حضرتِ مامی فرمودند از منِ ناکس چہار کس بظہور آمدہ اند۔ ابو سعید، احمد سعید، رؤف احمد بشارت اللہ۔ انتہیٰ۔ وایضاً روزے در حلقۂ مجلس بعد نماز عصر بود۔ فقیر نزدِ آں امام ہمام و قبلۂ انام مکتوبات حضرت پیر دستگیر حضرت عبد اللہ شاہ معروف غلام علی

قدس سرہٗ قرأت می کردم۔ در ذکر غلام محی الدین قصوری از زبانِ شکر فشاں گوہر نشان در میدانِ بیان شکر افشانی نمودہ فرمودند کہ حضرتِ ما قدس سرہٗ از روے طیب و خوشی میفرمودند کہ حضرت غوث الاعظم قطبِ عالم قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ را خلیفہ پنجم نوشتہ اند، ما غلام محی الدین را خلیفہ پنجم خود گردانیدیم۔ تم کلامہ الشریف۔

امروز قائم مقام حضرات نقشبندیہ و نائب مناب اکابر مجددیہ صاحب اندراج النہایۃ فی البدایۃ قطب دائرہ مدارِ خلائق کاشفِ اسرارِ اہلِ حقائق الفرد الکامل فی المحبۃ الذاتیہ الجامع بکمالاتِ الولایت المحمدیہ سند اہل الارشاد والہدایۃ ماحی ظلماتِ اہواء والبدعۃ سیدنا مولانا و ملاذنا الشیخ الکمل والعارف الاکمل کہ عنقریب نامِ مبارک آں والیِ جہاں پیشوائے سالکاں ذکر یافت: بیت

ذُرِ تفرید را بحرے و کانے — تنِ تجرید را روحے و جانے

دمِ آئینہ سازِ نور زائل — دمِ او صیقلِ آئینۂ دل

روزے در حلقۂ صبح در مجلسِ شریف و محفل منیف مسند آرائے آبا و اجداد و زینت افزائے اہل و داد بحضورِ پُر نور مشرف شدہ سر تفکر در جیب نہادہ مراقب بودم ناگاہ غیبت در ربود۔ دراں غیبت مے بینم کہ عزیزے در پہلوے ایشاں بطرف راست نشستہ کتابے در دست دارد۔ ازاں عزیز استفسار نمودم کہ چہ کتابیست۔ فرمودند ایں کتابیست کہ اسامی اولیاے متقدمین و نامہائے عزیزان متاخرین دریں جمع نمودہ ام و ماموراَم و بایں باز سوال نمودم کہ نامِ مبارک ایں عزیزاں را نوشتہ۔ در جواب بعبارتِ مغلق ادا فرمودند غالباً چنیں مفہوم می گشت کہ نوشتہ ام و از برائے صحت آوردہ ام لفظِ صحت در یاد ایں فقیر ماندہ است۔ واللہ اعلم بالصواب وہو المفتح لکل باب۔ از جحود حاسد ابداع و از انکار منکر کاسد متاع چہ باک۔ ؎

در شبِ مہتاب مہ را بر سماک — از سگان و عوعوِ ایشاں چہ باک

فیوضاتِ ایں بزرگواراں بر ہر فردِ از افراد عالم ریزاں، و صفائے قلوب ایں عزیزاں چوں خورشید جہاں تاب بہر ذراتِ اہلِ عالم تاباں و درخشاں، و عوام ظاہر بیں و جہال بے دین

اکابرِ دین را در رنگِ خود دیدہ و احوالِ ایشاں را قیاس از حالِ پریشانِ خود تصور نمودہ برد و قدح در حقِ آں برگزیدگان بے باکانہ می آیند۔ مثنوی

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر	گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

لاجرم خفاش صفت از پرتوے آفتاب گریزاں و در سوراخِ طینتِ ظلمت سیرت پنہاں گشتہ درگردابِ جہالت و ضلالت در ماندہ اند۔ بیت

از پرتوِ آفتابِ خاور	بے بہرہ بماند مرغِ شپّر

خداوندا ظلِ عاطفت و سایۂ شفقت و مرحمتِ آں جناب از مفارق طالبان دور مباد ورشتۂ ایں سلسلۂ عالیہ و سحاب فیوضات اکابرایں طریقہ انیقہ از کف اولادِ پاک زادآں ذاتِ بابرکات کم مباد، و گسستہ نگرداناد، جذام ناظرانِ ایں کلماتِ غیبیہ و اسرارِ خفیہ و مکاشفاتِ عجیبہ و معارفِ غریبہ را کہ چوں چشم شاں بکحل الجواہر ایں جواہرِ عالیہ گردد و خانۂ قلب ایشاں بنورِ شمعِ ایں تجلیاتِ ذاتیہ منور شود و چشم روحِ شاں بسرمۂ جذبات و حالات بینا شود و خزینۂ سرِ ایشاں بکلید وارداتِ الٰہی مفتوح گردد و دفینۂ خفیِ ایشاں در مظاہر اظہر عیاں شود و گنجینۂ اخفی بالطافتِ لطفِ نامتناہی بشرفِ حضور و آگاہی مملو از شواہدِ انوار گردد و صدقنا گویاں ربقۂ تقلید و ارادت رابطۂ ترک و تجرید جویند۔ و خود را در زمرۂ اصحاب و احباب شمردہ پا از سر ساختہ بصحبتِ اولادِ گرامی آنجناب رسانند و بایں خلفائے عالی جناب حضرتِ ما قدس سرہ العزیز بشتابند۔ واذا متابر قاریانِ کج بیں و سامعانِ سخن چیں کہ نظرِ شاں برایں صحیفۂ راز و دیباچۂ نیاز افتد عرق حقد و غبطہ در حرکت آوردہ زبان بطعن و تشنیع گویا سازند بخسرانِ ابدی در ورطۂ گمرہی خود را انداختہ باشند۔ شیخ الاسلام ہروی خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ می فرمایند۔ الٰہی ہر کرا براندازی با باش در اندازی۔ صدق حال ایں تحریر است۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔

خاتمہ

رسالہ مبارکہ ہدایت الطالبین

تمام شد رسالہ ہدایۃ الطالبین من تصنیف شیخنا وامامنا وقبلتنا ووسیلتنا فی الدارین۔ شیخ الشیوخ شمس العارفین قدوۃ الواصلین المرشد الکامل الذی کان اسمہٗ مطابقاً للمسمّٰی چنانکہ اسم مبارکش بطریق تعمیہ ازیں بیت ہویدا می گردد۔ معما ؎

قدرت رابوے معطر چو دید کلاہِ سعادت بپوشید عید

فرید زماں وحید دوراں قطب الاقطاب غوث الشیخ والشاب قیوم طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ معصومیہ محی سننِ نبویہ خلیفۂ خدا مروّج شریعۃ المصطفٰی نائب حضرت خیرالبشر مجدد دمائۃ الثالثۃ والعشر۔ مثنوی

شرحِ او حیف است با اہلِ جہاں ہمچو رازِ عشق باشد در نہاں

وافاض اللہ علینا من برکات فیوضہٖ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَطَلِّعِیْنَ عَلَی الْاَسْرَارِ الْمُنْدَرِجَۃِ فِیْھَا اٰمین۔

مسکۃ الختام لہدایۃ الانام از خطبۂ دفتر ثالث من مکاتیب المحبوب الصمدانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حبذا وقت وحال آں ناظران سلیم البال کہ چوں سوادِ نظر بریں مداد کہ سوادِ اعظم اسرار و حکم است بکشایند با غلام ربانی ازاں مداد ہمہ امدادِ حضور یابند وازاں سواد سویداے دل را پر نور کنند۔ وخوشا آب و تاب آں قاریان مستقیم الاحوال کہ چوں لسانِ شان آشنائے ایں شکر قلزم گردید۔ وبالہام سبحانی جان شان در شکر سکر گم گردد ومرحبا محبانِ پاک نہاد و مستعدان نیک اعتقاد را کہ چوں از غایت

دقتِ غموضِ جمال این نکات و رموز کہ ورائے طورِ عقل است بر ایشان پردہ نکشاید بر عدم یافتِ خود و قصور دریافتِ خویش راجع داشتہ راہِ تصدیق پویان باشند کسے راز ایشان جز ایشان نداند صرفنا گویان ہمہ را مسلّم دارند۔ و نقدِ ثمراتِ سعادتِ ابدی را بدست آرند ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ۔ و احترا ز از ان خوانندگانِ کج بین و شنوندگانِ سخن چین کہ آنچہ ازین ملہماتِ غیبیہ بفہمِ شان در آید و موافقِ طبعِ شان آید بر مہارتِ قال و تحتِ خیال این مقال راجع دارند۔ و آنچہ ازین بیان چنین و چنان نیابند از کوتاہی نظر زبانِ خویش را دراز کنند و بحکم اَلْمَرْءُ لَا يَزَالُ عَدُوٌّ لِمَا جَهِلَ چنگِ جنگ ساز کنند۔ ندانستہ اند کہ این طائفہ علیہ در اظہارِ این اسرارِ خفیہ در میان نیستند۔ ع

ایشاں نیند این ہمہ الحان زمطرب است

اللہ سبحانہٗ اخوانِ ما را باسرارِ غیبِ خویش و اسرارِ غیب پاک دلانِ صفا کیش بینا گرداناد، و از قیدِ کید و غل و غشِ مخلصانِ عالم السر کہ بر پائے دل و گردنِ خاطر دارند مخلصی بخشاد، و امثالِ ما مہجوران را ایمانے بایں معانی دہاد۔ و شربے ازین مشرب روزی کناد بالنبی و آلہ الامجاد علیہ و علیہم الصلوٰۃ و البرکات الی یوم التناد۔

تمہید در فوائدِ ضروریہ و در آدابِ مرعیۂ آنان و در اخلاقِ حمیدہ و افعالِ پسندیدہ ایشان از کتبِ متقدمین در سیرِ صالحین و کلامِ کبرائے کرام و نقل از اولیائے عظام و منتخب از سخنانِ صوفیہ علیہ و انتساخ از مکتوباتِ قدسی آیاتِ مجددیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الذی ادّبنا بالآداب النبویۃ و ھذّبنا بالاخلاق المصطفویۃ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات اتمہا و اکملہا۔ بدانکہ سالکان این راہ از دو حال خالی نیستند مریداند یا مراد۔ اگر مراداند طوبیٰ لہم براہِ انجذاب و محبتِ ایشان را کشان کشان خواہند برد و بمطلبِ اعلیٰ خواہند رسانید۔ و ہر آدابیکہ در کار شود بتوسط یا بے توسط تعلیم شان خواہند کرد و اگر زلتے واقع شود زود تنبیہ خواہند فرمود

وبآں مواخذہ نہ خواہند کرد۔ واگر بہ پیر احتیاجے داشتہ باشد بے سعیِ ایشاں بایں دولت
دلالت خواہند فرمود۔ بالجملہ عنایتِ ازلی جل سلطانہ متکفل حال ایں بزرگواراں است
بسبب وبے سبب کارِ ایشاں راکفایت خواہد کرد۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ واگر
مریداند کارِ ایشاں بے توسط پیر کامل مکمل دشوار است۔ پیرے باید کہ بدولتِ جذبہ سلوک
مشرف شدہ باشد وبہ سعادتِ فنا وبقا مستسعد گشتہ وسیر الی اللہ وسیر فی اللہ وسیر عن
اللہ باللہ وسیر فی الاشیاء باللہ بانصرام رسانیدہ۔ واگر جذبۂ او بر سلوک مقدم است و
بہ تربیتِ مراداں مربی شدہ کبریت احمر است، کلام او دوا است ونظر او شفا۔ احیائے
دلہا مردہ بتوجہ شریف او منوط است وتازگی جانہائے فسردہ بالتفاتِ لطیف او مربوط۔
واگر ایں طور صاحبِ دولت پیدا نہ شود سالک مجذوب ہم مغتنم است وتربیتِ ناقصاں
ازو نیز می آید وبتوسطِ او بدولت فنا وبقا می رسند ؎

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیش خاکِ تود

واگر بعنایتِ خداوند جل سلطانہ تعالیٰ شانہ طالبے را بایں طور پیر کامل ومکمل دلالت
فرمودند باید کہ وجود شریف او را مغتنم داند وخود را بتمام بہ او بسپارد وسعادتِ خود را
در مرضیاتِ او داند وشقاوتِ خود را در خلاف مرضیاتِ او شناسد بالجملہ ہوائے خود را
تابع رضائے او سازد۔ ودر خبر نبویست علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا واکملہا
لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ بداند کہ رعایات
آدابِ صحبت ومراعاتِ شرائط از ضروریاتِ ایں راہ است تا راہِ افادہ واستفادہ مفتوح
گردد۔ وبدونہا لَا نَتِيْجَةَ لِلصُّحْبَةِ وَلَا ثَمَرَةَ لِلْمَجْلِسِ۔ بعضے از آداب و
شرائطِ ضروریہ بیان آوردہ می شود بگوش ہوش باید شنید۔ بدانکہ طالب را باید کہ روئے دلِ
خود را از جمیع جہات گردانیدہ متوجہ بہ پیر خود سازد وباوجود پیر بے اذنِ او بنوافل و اذکار
نہ پردازد ودر حضورِ او بغیرِ او التفات نہ نماید بکلیت خود متوجہ او بنشیند حتی کہ بذکر ہم مشغول

نہ شود مگر آنکہ او امر کند و غیر از نماز فرض و سنت در حضور او ادا نہ کند۔ نقل کردہ اند از سلطان
این وقت کہ وزیرش پیش او ایستادہ بود۔ اتفاقاً درین اثنا آن وزیر التفاتے بجانب جامۂ
خود کردہ بند آنرا بدستِ خود درست می ساخت درین حالے نظرِ سلطان بر آن وزیر افتاد
دید کہ بغیر او متوجہ است بزبانِ عتاب گفت کہ این را ہضم نمی توانم کرد کہ تو وزیر من باشی و
در حضورِ من بہ بندِ جامہ التفات نمائی۔ باید اندیشید کہ ہرگاہ وسائلِ دنیائے دنیہ را آداب
دقیقہ در کار است وسائلِ وصول الی اللہ را بروجہ اتم و اکمل رعایت این آداب لازم خواہد
بود۔ مہما امکن در جائے نہ ایستد کہ سایۂ او بر جامۂ او یا بر سایۂ او افتد و بر مصلائے او پا نہد
و در متوضائے او وضو نہ کند۔ و ظروفِ خاصۂ او استعمال نہ کند در حضورِ او آب نہ خورد
و طعام تناول نہ نماید و بہ کسے سخن نہ کند بلکہ متوجہ احدے نہ گردد در غیبتِ پیر در جائے
کہ اوست پائے بہ آن جانب دراز نہ کند و تراق دہن بہ آن جانب نیندازد و ہر چہ از پیر
صادر شود آن را صواب داند اگرچہ بظاہر صواب نہ نماید او ہر چہ می کند از الہام می کند
و بہ اذن کار می کند بر این تقدیر اعتراض را گنجائش نباشد۔ اگرچہ در بعضے صور در
الہامش خطا راہ یابد چہ خطائے الہامی در رنگ خطائے اجتہادی است ملامت و اعتراض
بران مجوز نیست۔ و ایضاً چون اورا محبتے بہ پیر پیدا شدہ است و در نظر محب ہر چہ از
محبوب صادر می شود محبوب می نماید۔ پس اعتراض را مجال نباشد۔ و در امور کلی و جزئی
اقتدا بہ پیر کند۔ چہ در خوردن و نوشیدن و چہ در خفتن و طاعت کردن۔ نماز را بطرز او
ادا باید کرد و فقہ را از عملِ او اخذ باید نمود ؎

آنرا کہ در سرائے نگار یست فارغ است — از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

و ہیچ اعتراض را در حرکات و سکنات او مجال نہ دہد اگرچہ آن اعتراض مقدار
حبۂ خردل باشد۔ زیرا کہ در اعتراض غیر از حرمان نتیجہ نیست و بے سعادت ترین جمیع خلائق
عیب بینِ این طائفہ علیہ است۔ مرید را خود نعوذ باللہ چہ گنجائے شائبۂ اعتراض نجانا اللہ

سُبْحَانَہٗ عَنْ هٰذَا الْبَلَاءِ الْعَظِيْمِ۔ و طلب خوارق و کرامات از پیر خود نہ کند۔ اگرچہ آں طلب بطریقِ خواطر و وساوس باشد۔ ہیچ شنیدہ کہ مومنے از پیغمبرے معجزہ طلب کردہ باشد معجزہ طلبان کفار اند و اہل انکار۔ ؎

معجزہ از بہر قہرِ دشمن است　　بوے جنسیت پئے دل بردن است

موجبِ ایمان نباشد معجزات　　بوے جنسیت کند جذبِ صفات

اگر شبہہ پیدا شود در خاطر آں را بے توقف عرض نماید۔ اگر حل نہ شود تقصیر بر خود نہد، و ہیچ منقصت را بجانب پیر عائد نہ سازد و واقعہ کہ روئے دہد از پیر پنہاں نہ دارد و تعبیر وقائع ازو طلب کند و تعبیرے کہ بر طالب منکشف شود نیز عرض نماید، و صواب خطا را ازو جوید و بر کشفِ خود زنہار اعتماد نہ نہد کہ حق با باطل دریں دار ممتزج است و صواب با خطا مختلط۔ و بے ضرورت و بے اذنِ او از و جدا نشود کہ غیر او را بروے گزیدن منافی ارادت است، و آواز خود را بر آوازِ او بلند نہ کند۔ سخن بلند با او نہ گوید کہ سوء ادب است۔ ہر فیضے و فتوحے کہ برسد آں را بتوسطِ پیر تصور نماید۔ و اگر در واقع بیند کہ فیض از مشائخ دیگر رسیدہ است آں را نیز از پیر داند و بداند کہ چوں پیر جامع کمالات و فیوض است فیض خاص از پیر مناسب استعدادِ خاص مرید بلائم کمالِ شیخے از شیوخ کہ صورتِ افاضہ ازوے ظاہر شدہ است۔ بہ مرید رسیدہ است، و لطیفہ از لطائفِ پیر کہ مناسبت بہ آں فیض دارد بصورتِ آں شیخ ظاہر شدہ ست۔ بواسطہ ابتلا مرید آں لطیفہ را شیخ دیگر خیال کردہ ست و فیض را ازاں دانستہ۔ و ایں مغلطہ عظیم است۔ حق سبحانہٗ از زلتِ قدم نگاہ دارد و بر اعتقاد و محبتِ پیر مستقیم دارد۔ بحرمتِ سید البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ بالجملہ اَلطَّرِيْقُ كُلُّهٗ اَدَبٌ مثل مشہور است، و ہیچ بے ادب بخدا نہ رسد۔ و اگر مرید در رعایت بعضے از آداب خود را مقصر بداند و در ادائے آں کما ینبغی نہ رسد و اگر بسعی ہم نہ تواند از عہدہ آں برآید معفو است اما از اعتراف بتقصیر ناچار است۔ و اگر عیاذاً باللہ رعایت آداب

نہ کند و خود را متصرہم نہ داند از برکاتِ ایں بزرگاں محروم است ؎

ہر کہ او روے بہ بہبودے نداشت دیدنِ روئے نبی سودے نداشت

آرے مریدے کہ برکتِ توجہ پیر بہ مرتبۂ فنا و بقا برسد و راہِ الہام و طریقِ فراست بروے ظاہر شود و پیر آں را مسلّم دارد و بکمال و اکمال او گواہی دہد۔ آں مرید را می رسد کہ در بعضے امور الہامی بہ پیر خلاف کند و بمقتضاے الہامِ خود عمل کند، اگرچہ نزدِ پیر خلافِ آں متحقق بود، بہ شرطِ رعایتِ عظمت و آدابِ پیر چہ آں مرید دریں وقت از ربقۂ تقلید برآمدہ است۔ و تقلید در حقِ وے خطا است نمی بینی کہ اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در امورِ اجتہادیہ و در احکامِ غیر منزّلہ بہ آں سرور خلاف کردہ اند۔ و در بعضے اوقات صواب بجانبِ اصحاب ظاہر شدہ است کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِ الْعِلْمِ۔ پس معلوم شد کہ خلاف با پیر مرید را بعد از رسیدن بمرتبۂ کمال و اکمال مجوز است و از سوے ادب مبرا است بلکہ اینجا ہمیں ادب است و اگرنہ اصحابِ پیغمبر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ بکمالِ ادب مؤدب بودہ اند غیر از تقلید امر دیگر نمی کردہ اند۔ ابو یوسف را رضی اللہ عنہ بعد از رسیدن بمرتبۂ اجتہاد تقلیدِ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خطا است و صواب در متابعت راے خود است نہ راے ابو حنیفہؒ۔ قول مشہور است از امام ابو یوسف کہ نازعت اباحنیفۃ فی مسئلۃ خلق القراٰن ستۃ اشہر، و شنیدہ باشی کہ تکمیل صناعت بتلاحق افکار است۔ اگر یک فکر ماندے زیادتی پیدا نہ کردے۔ نحوے کہ در زمانِ سیبویہ بودہ امروز با اختلافِ آرا و تلاحق انظار دہ صد زیادتی و کمال پیدا کردہ است۔ اما چوں بنا را او نہادہ فضل او را است۔ الفضل للمتقدمین۔ لیکن کمال اینہا را مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولہم خیر ام اٰخرہم حدیث نبوی است علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام تذنیب لرفع شبھۃ لبعض المریدین۔

بدانکہ گفتہ اند الشیخ یحیی ویمیت۔ احیا و اماتت از لوازم مقام شیخی است، و مراد از احیا، احیاے روحی است نہ جسمی، وہمچنیں مراد از اماتت اماتتِ روحی است نہ جسمی۔ مراد از حیات و موت فنا و بقا است کہ بمقام ولایت و کمال می رساند و شیخ مقتدا باذن اللہ متکفل ایں دو امر ست۔ پس شیخی را ازیں احیا، و اماتت چارہ نہ باشد و معنی یحیی و یمیت، یبقی و یفنی است۔ احیا و اماتتِ جسمی را بمنصبِ شیخی کارے نیست و شیخ مقتدا حکم کاہ ربا دارد، ہر کس را کہ بہ او مناسب است در رنگِ خس و خاشاک در عقب او می دود و نصیب خود را از وے استیفا می نماید، خوارق و کرامات از برائے جذبِ مریداں نیست، مریداں بہ مناسبتِ معنویہ منجذب می گردند و آنکہ بایں بزرگواراں مناسبت نہ دارد از دولتِ کمالات ایشاں محروم است اگرچہ ہزار معجزہ و خوارق و کرامات بیند۔ ابوجہل و ابولہب را شاہد ایں معنی باید گرفت قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ فِیْ حَقِّ الْکُفَّارِ۔ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْکَ یُجَادِلُوْنَکَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِنْ ھٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ والسلام انتہیٰ من المکتوب الشریف الشریف قدسی الآیات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ از مکتوبات جلد اول مکتوب دو بست و نود و دوم۔ پوشیدہ نماند کہ عزیزے دریں باب فرمودہ ؎

آنکہ از حق یابد او الہام خواب ہر چہ فرماید بود عینِ صواب

زیرا کہ او عالم شریعت و حقیقت و معرفت است و نیز پیر کامل بمنزلہ طبیب است بلکہ دانا تر است از و در امراضِ باطنہ و عوارض قلبیہ کہ اشد امراض است و بظاہر ایں در شرع لب راست۔ زیرا کہ طبیب راست کہ اعضا را برائے سلامتی تن و خلاص جان بہ بردو گاہ باشد کہ طبیب بہ زہر علاج کند ہم بریں معنی است کہ در کتابِ شوق افزا و ذوق انگیز نقل می آرد کہ حاصل ایں است۔ ذوالنون مصری را مریدے بود چہل سال

بعبادت پرداخت ہیچ از عالمِ غیب مکشوف او نہ شد ایں ماجرا بہ شیخ خود معروض نمود و گفت اے طبیبِ غمناک و معالجِ دانا ایں بے چارگی مارا تدبیرے کن۔ ذوالنون فرمود بردا مشب سیر بخور و نماز خفتن مخواں۔ الغرض ہمچناں کہ شیخ گفتہ بود کرد۔ ہم دراں شب کار بہ سرانجام رسید پس روے بگردانیدن از پیرِ کامل سد راہ است۔ ازیں جا است کہ شیخ غزالی در کتاب میزان گفتہ است۔ اگر کسے را شیخ او بگوید کہ زنِ خود را طلاق بدہ و یا حق خود را از مال یا وظائف ساقط کن۔ اگر توقف کند ہرگز بوے معرفت بہ دماغش نہ رسد، اگرچہ ہزار سال عبادت کند۔ در تفسیر حسینی دلیل آوردہ است آیۃ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ را گفتہ نزد عرفا، اولو الامر منکم مشائخ اند و پیرانِ طریقہ کہ بہ تربیت اہلِ سلوک اشغال می نمایند و سالک را فرمانبرداری ایشاں لازم است ہر کہ خواہد بسر منزل مقصود رسد۔ بایدش پیروی راہ نمایاں کردن۔ در مکتوب شیخ احمد بن یحییٰ منیری فرمودہ کہ مرید پیر پرست باید کہ تا خدا پرست تواند بود۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اشارت ہمیں است و نشان پیر پرستی آں بود کہ دین خود را تواند باخت۔ و دین باختن دانی چہ بود۔ اگر پیر خلافِ دین او را کارے فرماید نگوید کہ ایں خلاف دین است۔ ازیں جا است کہ دراز بدد نیک جہاں وارستہ است ؎

پیر می بلید کہ داند علمِ دین | تا بود رہ داں ورہ بیں از یقین
باشدش از ہر مقامے صد نشاں | نہ شنیدہ بلکہ از عین العیاں
پیر آں باشد کہ بینا شد بدوست | جملہ عالم طفیلِ دیدِ اوست
از دو عالم یار او بیند عیاں | خود نہ بیند غیر او فاش و نہاں
پیر آں باشد کہ از عین العیاں | ہر چہ بیند حق در و بیند عیاں
ایں چنیں رہبر چو بینی زینہار | دامنش را گیر دست از وے مدار

ہر چہ او گوید بصدقِ دل شنو　　خاکِ او شو ورہِ غولاں مرو

ولہٗ ایضاً در بیانِ جماعتے کہ خود را مرشدِ کامل و رہنما گویند و فی الحقیقت رہزنانِ راہ حق اند

رہزناں چوں رہنما پنداشتی　　احمد و بوجہل چوں ہم داشتی
اشقیا از اتقیا نشناختی　　دین و دنیا را ازاں در باختی
کردہ اعمیٰ ترا زخود پیرِ راہ　　لاجرم ہرگز نہ دانی رہ ز چاہ
غول را کردی تصورِ رہنما　　تا کہ گشتی منکرِ اہلِ خدا
ساختی دجال را مہدی و میر　　خر ز عیسیٰ وا ندانی اے فقیر
خود نہ پیر است او کہ شیطانِ رہ است　　از طریقِ رہرواں کے آگہ است
از کمالِ اہلِ معنی رہ نبرد　　بخش او از جام صورت بود دُرد
آنکہ ہرگز رہ نداند اے رفیق　　رہنمائی چوں کند اندر طریق
اہلِ بدعت شیخ سنت کے بود　　رہ ندیدہ چوں ترا رہبر شود
آنکہ باز دعشق بار وے بتاں　　رہنما نبود بود از رہزناں
آنکہ باشد دائماً صورت پرست　　اہلِ معنی نیست صاحبِ شہوت است
آنکہ میلش سوے رقص است و سماع　　وجد و حالا تش نباشد جز خداع
لافِ فقر اندر جہاں انداختہ　　رہبر و رہزن ز ہم نشناختہ
صد فسون و مکر دارد در درون　　مخلصے صادق نماید از برون
رہزنے چوں نامِ خود رہ بیں کند　　عامیاں را در ہلاکت افگند
گوید او کہ من قلاوزِ رہم　　وز منازلہاے ایں رہ آگہم
ہر کہ باور کرد آں مکر و دروغ　　ماند از نورِ ولایت بے فروغ
گم شد و ہرگز بہ منزل رہ نبرد　　در بیابانِ ہلاکت زار مُرد

کردۂ نفس و ہوا را پیشوا — لاجرم بوے نیابی از خدا
نورِ عرفاں در دل و جانت نتافت — تو ہمی گوئی چو من عارف کہ یافت
نیستت از عارفاں شرم و حیا — دعوے عرفان و تلبیس و ریا
واے آں طالب کہ در دامت فتاد — ہر چہ بودش نقدِ خود بر باد داد

صورت انجام و طراز اختتام بہ نام آں امام ہمام قطب الخواص والعوام ہادیٔ انام صاحب الاحوال والمقام زبدۂ اولیاے عظام قدوۂ اصفیاے کرام دافع رنج و درد آلام قامع البدعۃ والظلام وافاض فیوض برکاتہٗ الی یوم القیام از کتاب جواہرِ علویہ نوشتہ می شود کہ نامِ مبارک آنجناب از انجام برہن و ہویدا می گردد و آں السعید من سعد فی بطنِ اُمہٖ می باشد و انتخاب مثنوی نمودہ بر صحیفۂ نگارش بزبانِ متشوق اللسان قلم کہ در ذکر مدحش و در وصف نعتش پا از سر ساختہ در معرضِ بیان جلوہ نمودہ می آید ؎

شاہِ ملکِ دین و اقلیمِ یقین — عارفِ اسرارِ رب العالمین
آنکہ مفتاحِ علوم انبیا است — پیشواے جملہ اربابِ صفا است
قطبِ جہاں غوثِ زمین و زماں — ناظمِ نُہ دائرہ آسماں
کاشفِ اسرار خداے رحیم — واقفِ اسرار رسولِ کریم
بحرِ سخا کانِ عطاء و کرم — قاطعِ غم دافع رنج و الم
مشعلے بر تختِ صفا در صفا — نوردہِ انجمنِ اولیاء
زبدۂ اربابِ طریقت اساس — قدوۂ اصحابِ حقیقت شناس
واسطۂ فیض بہ ہر خاص و عام — در زمنِ خویش بجملہ انام
موردِ اسرارِ علوم و حکم — منشارِ آثار حدوث و قدم
آنکہ رسیدند براہِ یقین — از نگہش بتدرع ضالین
آنکہ برد فخر نماید سپہر — آنکہ سجود است وجودش چو مہر

ہادی و شاہ بوسعید ولی | واقفِ اسرارِ خفی و جلی

وایضاً فی مناقبہ قدس سرہٗ:-

ختم شد بر ذاتِ او فضل و کمال | در کمالش کے رسد وہم و خیال
ہمتِ او را برزخِ جامع مقام | قصرِ معنی از وجودش شد تمام
قطبِ اقطاب جہاں خیرالوریٰ | مہدی دوراں و فخرِ اولیا
المحمدؐ سیرت و حیدرؓ خصال | ہمتش را ہر دو عالم پائمال
مہبطِ افیاض بے غایت دلش | مجمع البحرین شد آب و گلش
غوثِ اعظم دین و ملت را پناہ | فقرِ ذاتش مر کمالش را گواہ
مرشدِ کامل رئیسِ اتقیا | مظہرِ جامع امام الاصفیا
مصدرِ انوار و اسرارِ الٰہ | گشت بر تختِ ولایت پادشاہ
آں مدارِ ہفت چرخِ بے ستون | مرکزِ ایں نُہ وراقِ نیلگون
ہندی و مہدی الخلق است او | ہادی الناس الی الحق است او
منحصر شد رہبری در ذاتِ او | ہست منشورِ جہاں آیاتِ او
آنکہ بر اقلیمِ تمکیں حاکم است | در طریقِ استقامت قائم است
در شریعت در طریقت پیشوا | در حقیقت رہروان را رہنما
بود ذاتش جامعِ انوارہا | کرد دورش فخر بر ادوارہا
منبعِ آداب و اخلاقِ حسن | مجمع اوصافِ ربِ ذوالمنن
وارثِ علم و کمالِ انبیا | پیشوائے اولیا کہف الوریٰ
ہر چہ در عالم کمالش تام بود | جملہ در دستِ شریفِ او نمود
سالکانش ہر یکے اعجوبۂ | بر بساطِ رہبری منصوبۂ
دُرِّ دریائے ولایت ہر یکے | مہر بر چرخِ ہدایت ہر یکے

ہست ہریک شہسوارِ ملکِ دیں ۔ ہریکے والیِّ اقلیمِ یقیں
گشت ہریک عارفِ اسرارِ حق ۔ جانِ ہریک غرقۂ انوارِ حق
پیشوائے رہروانِ راہِ دیں ۔ محرمانِ قربِ ربّ العالمیں
ہریکے در دورِ خود گشتہ جنید ۔ چوں اسیرے دیدہ آزادی زقید
کم مبادا از سرِ اہلِ جہاں ۔ سایۂ فرخندۂ ایں کاملاں
روئے خود مالم زعجز و افتقار ۔ دائما بر آستانِ ایں کبار
خوشہ چینِ خرمنِ اہلِ دلم ۔ خاکِ راہ رہروانِ کاملم
از قبولِ حضرتِ صاحب کمال ۔ برترم از ہرچہ اندیشد خیال

وَالسَّلَامُ عَلٰی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفٰی۔
الحمد لله اولا و اخرا والصلوة والسلام علٰی رسوله سرمدًا مجددًا وعلٰی اٰله واصحابه ثانیا وعلٰی اولیائه دائما ابدًا برحمتك یا ارحم الراحمین۔

برنویس احوالِ پیرِ راہ داں ۔ پیر را بگزیں و عینِ راہ داں
پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ۔ ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ ۔ بے قلاؤز اندراں آشفتۂ
پس رہے را کہ نہ رفتستی تو ہیچ ۔ ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد ۔ او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد
گر نباشد سایۂ پیر اے فضول ۔ پس ترا سرگشتہ دارد بانگِ غول

غولت از رہ افگند اندر گزند ۔ از تو داہی تر دریں رہ بس گزند
یار باید راہ را تنہا مرو از سر خود اندریں صحرا مرو
ہر کہ تنہا نا دراں رہ را برید ہم بعونِ ہمت مرداں رسید
دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست
غائباں را چوں چنیں خلعت دہند حاضراں از غائباں لاشک بہند
غائباں را چوں نوالہ می دہند پیشِ مہماناں چہ نعمتہا نہند

اللھم ارزقنی حبك وحب من ینفعنی حبه عندك
اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعله قوة لی فیما
تحب وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

۞ ۞
۞

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ کی تالیفات

★ عمدۃ السلوک: ہر دو حصہ یکجا مجلد

★ عمدۃ الفقہ: کتاب الایمان وکتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ　　کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم　　کتاب الحج

★ زبدۃ الفقہ خلاصہ عمدۃ الفقہ: کتاب الایمان وکتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ　　کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم　　کتاب الحج

★ حضرت مجدد الف ثانیؒ: حضرت مجددؒ کی زندگی کے ہر گوشہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

★ انوارِ معصومیہ: حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی جامع اور مبسوط سوانح حیات۔

★ حیاتِ سعیدیہ: حضرت خواجہ محمد سعید قریشی احمد پوریؒ کی سوانح حیات

★ طریقہ حج اور دعائیں: حج اور زیارات کی جامع اور مبسوط دعائیں اور طریقہ حج۔

★ گلدستہ مناجات۔ عربی، فارسی اور اردو منظوم مناجات کا مجموعہ۔

حضرت شاہ صاحب موصوف کے ترجمے

★ مبدأ و معاد: حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ فارسی معہ اردو ترجمہ

★ معارفِ لدنیہ: " " " " " " —

★ مکتوباتِ معصومیہ: حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات کا اردو ترجمہ

دفتر اول　　دفتر دوم　　دفتر سوم

ادارۂ مجددیہ۔ ناظم آباد ۳۔ کراچی ۱۸